از

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

دینی بک ڈپو۔ اردو بازار دہلی

قیمت .... دو روپے پچاس پیسے

ہماری مطبوعات
منگا کر ملاحظہ فرمائیے
رسول کی باتیں ۶/
جنت کی کنجی
دوزخ کا کھٹکا ۵/
تقاریر احمد سعید ۱/۸۰
رسول اللہ ۱/۳۰
پردہ کی باتیں ۱/۳۰
شوکت آرا بیگم ۲/
مشکل کشا ۲/۵۰
ماہ رمضان ۱/۸۰
ایمان کی باتیں ۱/۸۰
فاطمہ کا چاند ۲/۵۰
نماز کی باتیں ۱/۴۰
صلوٰۃ وسلام ۱/
حیات المسلمین ۱/۴۰
قرآن کی باتیں ۱/۵۰
وفات النبی ۱/۴۰
دین کی باتیں ۱/
تعلیم الدین
اصلاح الرسوم ۱/۷۰
جنت کی ضمانت ۱/۲۰
اسلام کی بہادر بیٹیاں
اسلامی معاشرت ۱/۴۰
نماز مترجم و دعائے مسنونہ ۳۵
صحابہ کرام کی انقلابی جماعت ۱/۴۰
رسول اللہ کے تین سو معجزات ۱/۸۰
خدا کا آخری پیغام ۴۰
عرش الٰہی کا سایہ ۱/۳۰
پہلی تقریر سیرت ۱/۸۰
دوسری تقریر سیرت ۲/۵۰
جدید مترجم اعمال قرآنی ۱/۵۰
ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں ۱/۳۰
اسلام میں عورت کا مقام ۱/۸۰
تفسیر سورہ اعراف ۱/۸۰
مکمل و مدلل ہفت سورہ ۱/۵۰
عام فہم تفسیر سورہ یوسف ہدیہ ۱/
علمائے حق اور ان کی مظلومیت ۱/۳۰
عام فہم تفسیر سورہ یونس ہدیہ ۱/۳۵
غدر کے چند علما ۱/۵۰
عام فہم تفسیر سورہ کہف و مریم ہدیہ ۱/۵۰
ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما ۱/۳۰
عام فہم تفسیر سورہ بنی اسرائیل ہدیہ ۱/۲۵
مکمل فہرست کتب طلب فرمائیے
عام فہم تفسیر سورہ انبیاء و حج ہدیہ ۱/۲۵
ملنے کا پتہ
دینی بک ڈپو۔ اردو بازار۔ دہلی ۶

پہلا باب

مرزا صاحب کی شادی

مرزا فرحت اللہ خاں شہر کے خاصے کھاتے پیتے آدمیوں میں سے تھے
شیخ نمرود کے چھتے میں مکان تھا۔ ان کی نجف خانیوں میں سے تھی اور ننھیال
کا تعلق نواب جھجر کے خاندان سے تھا۔ خود بھی آسودہ آدمی تھے، چاندی کا بہت بڑا
کارخانہ تھا، بیس پچیس کاریگر بیٹھتے تھے۔ ہزاروں روپیہ باقی میں پھیلا رہتا تھا۔
دہلی کے بڑے بڑے دکانداروں اور مہاجنوں کے ہاں مرزا صاحب ہی کا مال بیا یا گیا
تھا۔ غدر سے پہلے کام پیشہ لوگوں کی شہر میں بڑی وقعت تھی سوائے قلعہ معلی کے
ملازمین اور شاہی نوکروں کے کوئی طبقہ پیشہ وروں کی ٹکر کا نہ تھا۔ مرزا صاحب کی
شادی موسیٰ خاں والوں کے خاندان میں ہوئی تھی۔ ان کی بیوی شوکت آرا بیگم بڑی
سگھڑ تھیں۔ سگھڑاپے کے ساتھ ساتھ شوکت آرا بڑی نصیبے والی تھیں۔ کم و بیش
ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی مرزا صاحب کو کارخانہ سے تھی۔ اور دو چھوٹے
چھوٹے مکان شیخ نمرود کے چھتے میں اور دو چوہیہ میم کی گلی میں ان کے زرخرید
تھے۔ ایک دوکان خانم کے بازار میں شوکت آرا کی تھی جو ان کے والد مستقیم خاں
نے ان کو جہیز میں دی تھی۔ چار مکان اور ایک دکان کا کل کرایہ تین روپیہ آٹھ آنے
ماہوار آیا کرتا۔ اس طرح مستقل آمدنی ایک سو ترپن روپے آٹھ آنے ماہوار کی تھی
لیکن شوکت آرا نے اپنے گھر کو ایسا بنا رکھا تھا کہ اس زمانہ میں جن لوگوں کو
پانچ سو روپے ماہوار کی آمدنی تھی ان کے گھر بھی شوکت آرا کے گھر کے سامنے
پھیکے تھے۔ نوکر چاکر، گھوڑا گاڑی، پالکی وغیرہ غرض ہر ایک ضرورت کی چیز موجود
تھی، اسی آمدنی میں لین دین بھی تھا، خاندانی اخراجات بھی تھے مرزا صاحب

دوستوں کی خاطر تواضع بھی کرتی تھی اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں جو طالب علم رہتے تھے ان کا کھانا بھی مقرر تھا۔ شوکت آرا گیہوں، چاول اور تمام اناج فصل کی ابتدا میں سال بھر کے لئے منگا لیا کرتی تھیں۔ ان کی نانی کے میرٹھ کے ضلع میں کئی گاؤں تھے وہاں کے کاشتکاروں سے سال بھر کا غلہ خرید لینا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ باقی تمام سامان ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو آجایا کرتا تھا ایک دن مرزا فخرو کی دعوت تھی۔ اتفاق سے انہوں نے کھانا کھاتے میں دریافت کیا۔ بھئی حضرت اللہ تمہارے ہاں گھی کہاں سے آتا ہے؟ مرزا صاحب فوراً سمجھ گئے کہ کھانے کی خوشبو مرزا فخرو کو پسند نہیں آئی۔ اتفاق سے اس دعوت میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بھی شریک تھے انہوں نے فرمایا۔ ان کو کیا خبر۔ گھی کے متعلق تو انکے گھر پر اور دریافت کرنا چاہیئے کھاری باؤلی سے آیا ہوگا۔ مرزا فخرو کھاری باؤلی کا نام سنکر بولے حضرت قبلہ آج کل ان بنیوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں رہا۔ گھی میں خدا جانے کیا کیا ملا دیتے ہیں۔ سنتا ہوں یہ بنئے سینکڑوں من چربی ملا کر بیچ رہے ہیں۔ قلعہ معلیٰ میں کل ایک صاحب ذکر کر رہے تھے۔ کہ لالہ دھرم داس کنجروں سے چربی خرید کر گھی میں ملاتا ہے، حضرت ظل سبحانی نے حکم بھی دیا تھا کہ باقاعدہ تحقیقات کی جائے لیکن حضرت قبلہ تحقیقات کون کرے۔ گردھاری لال کا بیٹا آج کل کوتوال ہے وہ کمبخت راشی بہت ہے۔ پھر دوکانداروں سے ملا ہوا ہے، ان کا مذہب تو پیسہ ہے آخر لالہ دھرم داس کو دیکھئے یوں اس قدر چھوت چھات کرتا ہے لیکن کنجروں سے چربی خریدنے میں اس کو کچھ باک نہیں، آخر کنجر گائے کی چربی بھی لاتے ہوں گے۔" حضرت شاہ صاحب نے مرزا فخرو کی تمام باتیں سنکر فرمایا۔

شاہ صاحب: مجھے تو ان کا بالکل اعتبار نہیں۔ ہیرا لال کو دیکھئے [illegible] ہے، بات بات پر اس کا دھرم بھشٹ ہو جاتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے

روٹی پکا کر کھاتا ہے، لیکن مجھے ایک طالب علم سے معلوم ہوا کہ یہ کمبخت بازار سے گوشت اور کباب سب کچھ کھا لیتا ہے۔ پھر دیکھئے کہ یہ مسلمانوں کو ناپاک سمجھتے ہیں صبح اٹھ کر مسلمانوں کا منھ دیکھنا نہیں چاہتے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے یہاں بحمد اللہ کوئی شخص ہندو کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز نہیں خریدتا حالانکہ میں نے سنا ہے کہ شہر کے ہندوؤں نے قلعہ معلی میں بھی کی لیکن میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔"

مرزا فخرو "تو کیا حضرت قبلہ ہندوؤں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا حرام ہے۔"

شاہ صاحب "نہیں حرام تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن احتیاط اور غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ اجتناب کیا جائے۔"

مرزا فخرو "میں نے سنا ہے کہ قرآن شریف میں آیت ہے جس میں مشرکوں کو ناپاک بتایا گیا ہے اور ان کو حرم میں آنے کی ممانعت کی گئی ہے۔"

شاہ صاحب "قرآن کی آیت کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام طور سے لوگ سمجھتے ہیں، کیونکہ شریعت میں انسان کا بدن پاک ہے اس نجاست سے ان کی باطنی نجاست مراد ہے۔"

مرزا فخرو "حضور! جب یہ لوگ ہم لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو ناپاک کہتے ہیں اور خود ان کی پاکی کا یہ حال ہے کہ نہ طہارت کرنے کا ان کو معلوم ہے نہ پیشاب پاخانہ کے آداب سے یہ واقف ہیں، نہ ان کے مذہب میں اس قسم کی تعلیم ہے۔ ان کے نزدیک گائے کا گوبر اور پیشاب پاک ہے۔ ایسی حالت میں ان کے ہاتھ کا کھانا پینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟"

شاہ صاحب "اگر کسی کھانے کی چیز کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس کو ناپاک کیا گیا ہے۔ یا کسی چیز کی ناپاکی کا یقین ہو جائے تو پھر اس کا کھانا بے شک ناجائز ہوگا لیکن جب تک یقین نہ ہو تو محض شک پر حلال چیز کو حرام نہیں کہہ سکتے۔"

مرزا فخرو "اچھا حضرات امامیہ تو ان کے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھاتے"
شاہ صاحب "انہوں نے آیت کو اس کے ظاہر پر عمل کیا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک نص قرآنی کا وہ مفہوم نہیں ہے۔ میں نے تحفہ اثنا عشریہ میں اسکی طرف اشارہ بھی کیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ تقویٰ اور غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ ہنود کے ہاتھ کی تر چیز نہ کھائی جائے، والد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے ہندو گھوسی کا دودھ پی لیا تھا۔ تہجد کی لذت سلب ہو گئی اور چالیس دن تک قرآن پڑھنے میں کیفیت نہیں آئی۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے بھی فرماتے تھے کہ "عبدالعزیز! اگر روحانیت کو محفوظ رکھنا چاہتے تو انگریز سے مصافحہ نہ کیجیو، اور ہندو کے ہاتھ کی کوئی تر چیز استعمال نہ کیجیو، مجھے خود بھی اس قسم کا تجربہ ہوا ہے، آپ ہی کے قلعہ معلے میں دبیر الملک کی ڈبیہ سے ایک پان کھا لیا تھا عشا کی تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی اور تہجد کے وقت آنکھ ہی نہیں کھلی، میں نے تو آپ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں کوئی چیز ہندو کی دکان سے نہیں آتی۔ البتہ خشک اشیاء کا نہ وہ ہم سے پرہیز کرتے ہیں اور نہ ہم ان سے"
مرزا فخرو "اگر حضرت قبلہ اس قوم کی ایسی حالت ہے تو پھر مسلمانوں کو ان کے ہاتھ سے بچانا چاہیئے خیر آپ لوگ تو اہل دیانت اور اہل تقویٰ ہیں، لیکن عام مسلمانوں کی روحانیت بھی تو تباہ ہوتی ہوگی"
شاہ صاحب "میں تو اپنے ہر وعظ میں کچھ نہ کچھ تذکرہ کر دیا کرتا ہوں بالخصوص بیعت کرتے وقت تو صاف طور پر مسلمانوں سے کہہ دیتا ہوں کہ مشرک کے ہاتھ کا کھاؤ گے پیو گے تو ذکر و شغل میں خاک لذت نہیں آئے گی"
مرزا فخرو "حضور اگر ایک فتویٰ لکھ دیں اور دوسرے علماء بھی اس پر دستخط کر دیں تو اس کو شائع کر دیا جائے تاکہ آئندہ مسلمان احتیاط کریں"
شاہ صاحب "اول تو علماء متفقہ طور پر دستخط نہیں کریں گے قاضی

حوض والے مفتی صاحب نے تو قسم ہی کھا رکھی ہے کہ عبدالعزیز جو کچھ کہے گا اس کے خلاف میں کہوں گا، فراشخانہ والوں سے بھی کوئی توقع نہیں وہ وہابی کا نام بھی نہیں سننا چاہتے۔ گذشتہ جمعہ میں نے مزامیر کی حرمت پر ایک فتویٰ لکھ کر اسمٰعیل کے ہاتھ بھیجا تھا۔ لیکن فراشخانہ والوں نے وہ فتویٰ اٹھا کر پھینک دیا اور مسجد کو یہ کہہ کر دھلوایا کہ اسمٰعیل نے ہماری مسجد کو گندہ کر دیا۔ اسمٰعیل سے کہا جب تک قدم شریف کا طواف نہیں کرو گے اور نبی کریم کے پتھر گڈھ کہتے سے توبہ نہیں کرو گے ہم تم کو مسلمان نہیں کہوں گا۔ بیچارہ اسمٰعیل اپنا سا منہ لیکر چلا آیا۔ یہی غنیمت ہوا کہ یہ چپکے چلے آئے۔ اگر یہ میاں کہیں کچھ بولتے تو نشت مشت ہو جاتی۔ ظل سبحانی تک نوبت پہونچتی اور پھر قصوروار ہم لوگ ٹھیرائے جاتے۔ ایسی حالت میں بتائیے فتوے سے کیا فائدہ ہوگا۔ فتویٰ دیکر ایک نیئے اختلاف کا چھیڑنا ہے مسلمان عمل نہیں کریں گے۔ ہندوؤں میں ہنسی اڑے گی وہ الگ، اور ظل سبحانی علیحدہ ناراض ہوں گے۔"

قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے

مرزا فخرو "حضور ان حضرات سے تو میں خود نمٹ لوں گا۔ اگر ظل سبحانی ہموار ہو جائیں اور ان کا جو بدلا آپ کا فتویٰ لے کر چلا جائے تو پھر نہ قاضی کے حوض والے کان کھڑکھڑائیں گے نہ فراش خانہ والے لیکن ظل سبحانی کا راضی ہونا مشکل ہے۔ وہ ہندوؤں کے خلاف ایک بات بھی سننا نہیں چاہتے۔ اول تو وہ رحم دل زیادہ ہیں۔ ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ ہندو میری اولاد ہیں۔ جس طرح میرے بزرگوں نے ہندوؤں کے ساتھ سلوک کیا ہے میں بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہتا ہوں، اس لئے ظل سبحانی کسی ایسے فتوے پر راضی نہ ہوں گے، جس سے ہندوؤں کی تجارت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو پھر حضرت قبلہ ظل سبحانی خود اس مرض میں مبتلا ہیں، قلعہ معلےٰ کا تمام سامان ہندو دکاندار کے ہاں سے آتا ہے، مہینے کی پہلی تاریخ ہوئی اور بنیئے اپنی اپنی بہیاں لے کر آئے، اگر دو دن بھی چڑھ جاتے ہیں تو یہ کمبخت سود لگا لیتے ہیں اور سچ تو یہ ہے حضرت شاہ صاحب آپ معاف فرمائیں۔ قلعہ معلےٰ کی دولت تو ہندو ہی لوٹ کر کھا گئے اور اس پر سے ان کی نمک حرامی دیکھئے کہ کل ایک خط ہزاری مل کا پکڑا گیا ہے جس میں شہر کے تین سو ہندوؤں کے دستخط تھے۔ اور اس میں کلکتے کے بڑے لاٹ صاحب کو لکھا گیا تھا کہ ظل سبحانی کی پنشن بند کر دی جائے اور قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے، ہم دہلی کے تمام ہندوؤں کی طرف سے یہ خط لکھ رہے ہیں اور گورنمنٹ انگلشیہ کو اپنی وفاداری کا پورا پورا یقین دلاتے ہیں" حضور والا خیال کیجئے کہ خاندان مغلیہ کی اس پرورش کے بعد بھی جب ان کی یہ حالت ہے

ظل سبحانی کس طرح ایسی کارروائی پر رضامند ہو سکتے ہیں، جس سے ہندو خواہ مخواہ میل کا بیل بناکر کھڑا کر دیں ادھر انگریز موقع کی تاک میں ہیں۔ وہ گھڑی کی چوتھائی میں چاہتے ہیں کہ اس کانٹے کو نکال کر پھینک دیں اور قلعہ معلی پر کامل قبضہ کر لیں۔ وہ صرف ہندوؤں کی جانب سے اطمینان حاصل کرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔"

شاہ صاحب "نہیں مرزا صاحب آپ خود ہی غور کیجئے ایسی حالت میں فتویٰ دینا کوئی دانشمندی کا فعل نہ ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ انگریز اس فتویٰ ہی کو بہانہ بنا کر ہندوؤں کی ہمدردی حاصل کر لیں، اور میرے مرنے سے پہلے ہی یہاں کوئی انقلاب ہو جائے۔ اور مجھ بد نصیب کو انگریزی حکومت کا زور بدر دیکھنا پڑے اس کے علاوہ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں تجارت بھی نہیں اگر دہلی کے تمام مسلمان یہ عہد کر لیں کہ ہندوؤں کے ہاتھ کی تراشیاء استعمال نہ کریں گے تو مسلمان مسلمانوں کو تمام سامان بہم نہیں پہنچا سکتے۔ تجارت کی تمام منڈیاں ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں جب تک شہر میں دس پانچ دکانیں بھی مسلمانوں کی نہ ہوں مسلمانو کو ایسا مشورہ دینا ان کی خودکشی کے مرادف ہوگا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر شہر کے دوسرے علماء بھی اس سے متفق ہوں اور آج ہی سے اپنے مواعظ میں اس کا تذکرہ شروع کر دیں تو تھوڑے عرصہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں خودداری، اور غیرت پیدا ہو جائے اور وہ اس وحشیانہ سلوک کی اہمیت کو سمجھ لیں جو مشرک ان کے ساتھ کر رہے ہیں تو یقیناً وہ ایسی غذا سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو ان کی روحانی قوت کو پامال کر رہی ہے لیکن یہ کام زیادہ غل شور مچانے اور اشتعال دلانے کا نہیں ہے، نہ اس کو فرقہ دارانہ رنگ میں پیش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ شرعاً کسی حلال کو حرام کرنے کی اجازت ہے۔"

مرزا فخرو "حضور حلال کو حرام نہ کیا جائے۔ لیکن کفار جو ہمارے ساتھ سلوک

کریں ہمیں بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیئے۔"

شاہ صاحب"ہاں اس میں مضائقہ نہیں۔ مگر ابتدا ہم کو اپنی طرف سے نہیں کرنی چاہیئے۔"

مرزا فخرو"حضرت قبلہ! آج کل تو ہندو مسلمانوں کی سلطنت کے دشمن بنے ہوئے ہیں، روز انگریزوں سے خفیہ ساز باز کرتے ہیں۔ ظل ہمایونی کے خلاف کھلم کھلا بغاوت ہو رہی ہے، کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جس دن قلعہ معلےٰ میں ہندوؤں کی شرارت کا کوئی واقعہ نہ سننے میں آتا ہو۔ اب تو ہندو صاف صاف کہتے ہیں کہ قلعہ معلےٰ کا نیلام ہوگا تو ہم انگریزوں سے خریدیں گے۔"

شاہ صاحب" (ایک ٹھنڈا سانس بھر کر) خیر مرزا صاحب! اب اس دل خراش بحث کو چھوڑ دیجیے۔"

مرزا فرحت اللہ خاں اس تمام بحث کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور آخر میں شاہ صاحب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

مرزا فرحت"حضور بندہ تو خانہ زاد ہے۔ گھر میں بھی حضور سے گذشتہ سال بیعت کر چکی ہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ بھی اس معاملہ میں بہت احتیاط کرتی ہیں، نہ معلوم آج گھی کہاں سے آگیا اور کون لے آیا۔"

مہمان دعوت سے فارغ ہو کر رخصت ہو گئے اور مرزا فرحت اللہ خاں اپنے مکان میں آ گئے۔ مرزا فخرو کے گھی کو ٹوک دینے سے مرزا فرحت اللہ خاں کی طبیعت پر ایک خاص قسم کا اثر ہوا۔ اور جب وہ گھر میں آئے تو کچھ چپ چپ سے تھے۔ بیوی نے مرزا فرحت کے چہرے پر ملال کے آثار دیکھ کر فوراً تاڑ لیا کہ آج کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا، ورنہ مرزا کی طبیعت تو ایسی نہیں ہے۔ وہ تو گھر میں جیسے داخل ہوتے ہیں اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ پہلے ہوتی ہے۔"

شوکت آرا "کہئے آپ کے مہمان رخصت ہو گئے"۔
مرزا "ہاں جی۔ ہو ہی گئے"۔
شوکت آرا "آج بہت دیر تک مرزا فخرو بیٹھے رہے۔ نو بجے قلعہ معلی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، آج تو وہ توپ چھوٹنے کے بھی بہت دیر بعد گئے"۔
مرزا "ہاں شاہ صاحب سے ایک مسئلہ پر بحث ہو گئی تھی"۔
شوکت آرا "کیا شاہ صاحب بھی اب تک تشریف رکھتے تھے۔ وہ تو عشاء کے بعد فوراً آرام فرمانے کے عادی ہیں۔ کیونکہ ان کو تہجد کے وقت اٹھنا ہوتا ہے"۔
مرزا "لیکن آج اتفاق سے ایک مسئلہ چھڑ گیا تھا جس کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب قبلہ کو بھی ٹھیرنا پڑا"۔
شوکت آرا "اچھی ایسا کیا مسئلہ تھا؟"
مرزا "اجی خدا کسی بری اور بیڈھنگی عورت سے پالا نہ ڈالے جو کمبخت یار دوستوں میں بھی ذلیل کرائے"۔
شوکت آرا "کیا کسی بے ڈھنگی عورت کا قصہ پیش تھا؟ عورتوں کی قسمت ہی ایسی ہے کہ سب کچھ کریں اور بے ڈھنگی کی بے ڈھنگی، خدا کسی قدر دا مرد سے پالا ڈالے"۔
مرزا "اب کھانا پکانے میں بھی مرد کا قصور ہے۔ یہ کام بھی مرد کا ہے کہ وہ گھی مصالحہ کو دیکھا کرے"۔
شوکت آرا "اگر گھی مصالحہ میں کمی زیادتی ہو تو عورت قصوروار ہے لیکن سودا خریدنے بھی کیا گھر والی جایا کرے"۔
مرزا "گھر والی نہ جائے۔ لیکن نوکروں پر تاکید تو ہو۔ جو چیز بری آجائے

اس کو پھروا کر دوسری چیز منگانا اور اچھی چیز رکھنا تو عورت کا کام ہے۔"

شوکت آرا" دنیا میں آج کل بے ایمانی بھی ایسی ہوشیاری سے ہورہی ہے کہ ہر ایک تو پتہ بھی نہیں لگا سکتا۔ گھی کی خوشبو اچھی۔ مزہ اچھا۔ رنگت دیکھو تو بالکل زرد۔ گائے کا گھی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن نہ معلوم کمبخت ان بنیوں کو خدا کی مار کیا ملاتے ہیں کہ سالن میں خاک رونق نہیں۔"

مرزا" آخر آج دیکھو مرزا افروز نے گھی کو ٹوک ہی دیا۔ میں تو پانی پانی ہوگیا تمہاری ایک بات ہوگئی کہ عورت بے قصور ہے تم تو اتنا کہہ کر چھوٹ گئیں بیعزتی جس کی ہوئی اس کی ہوئی۔"

شوکت آرا" مجھے مصالحہ بھونتے وقت ہی چراند ضرور آئی تھی۔ اور میرا ماتھا جب ہی ٹھنکا تھا۔ لیکن آپ کی ملازمہ اللہ رکھی نے کہا بوئی گھی تو برا نہیں ہے گھی تو نیل کے کٹرہ کا ہے۔" میں خاموش ہوگئی۔ مجھ کمبخت کو خبر ہوتی تو میں دو سیرا گھی منگا لیتی۔"

مرزا" نیل کے کٹرہ میں کیا خاک اڑتی ہے۔ اب تو سب جگہ چربی کا میل ہو رہا ہے۔ کھاری باؤلی کے سب سے بڑے دکاندار کے ہاں سینکڑوں پیپے مردار کی چربی کے آتے ہیں اور وہی سب ہندو مسلمان کھاتے ہیں۔"

شوکت آرا" (حیرت زدہ ہوکر) مردار کی چربی؟"

مرزا" ہاں ہاں۔ مردار کی چربی۔"

شوکت آرا" جب مردار حرام ہے تو اس کی چربی بھی حرام ہوگی اور وہ کھانا ہی کہاں حلال ہوگا جس میں یہ چربی ڈالی جائے گی؟"

مرزا" حضرت شاہ صاحب نے تو آج یہی فرما دیا۔ اسی بحث میں تو اتنی دیر لگی ہے۔"

شوکت آرا: "شاہ صاحب نے کیا فرمایا؟"

مرزا: "شاہ صاحب یہ فرما رہے تھے کہ ہندوؤں کے ہاتھ کی تراشیا سے پرہیز کرنا چاہیئے۔"

شوکت آرا: "ہندو کے ہاتھ کی اشیا سے پرہیز کرو تو رہو کہاں۔ دلی میں تو مسلمان کی کوئی دکان بھی نہیں۔"

مرزا: "نہیں دکانیں تو مسلمانوں کی بھی ہیں۔"

شوکت آرا: "خاک دکانیں ہیں۔ دلی میں اب تھوڑے دنوں سے پنجابیوں نے بساط خانہ کی دکانیں کی ہیں، نہیں تو کچھ مسلمان عطار ہیں یا جوتے والے ہیں۔ مسلمان تو تجارت کو ہی عیب سمجھتے ہیں۔"

مرزا: "مسلمان جب ہی تک تجارت کو عیب سمجھتے تھے جب تک ان کی فوج میں پوچھ تھی اور اب تو انگریز نے مسلمان کی تخصیص اڑا دی۔ جھٹ ہندو اور سکھ فوج میں بھرتی کیا جا رہا ہے۔ خدا جانے انگریزوں کو کس نے ہندوؤں کی بہادری کا یقین دلا دیا ہے۔ یہ خود غنیم کے آگے کیا بڑھیں گے، لیکن ان کی بھرتی ہو رہی ہے مسلمان سپاہی کو کوئی دو روپیہ میں بھی نہیں پوچھتا۔ اب مسلمان تجارت نہ کریں گے تو کیا بھیک مانگیں گے؟"

شوکت آرا: "کمپنی تو مسلمانوں کا زور توڑنے کے لئے ہندوؤں کو نوکر رکھ رہی ہے کہ کسی وقت انیس بیس ہو اور مسلمانوں کی فوج بگڑ جائے، تو ہندو فوج انگریزوں کا ساتھ دے۔"

مرزا: "نہیں انگریز ایسے بے وقوف نہیں ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ جب ہندو مسلمان بادشاہوں کے نہیں ہوئے تو انگریزوں کے بھلا کیسے ہو سکتے ہیں۔"

شوکت آرا: "جی ہاں۔ انگریز آپ سے زیادہ سمجھ دار ہیں وہ جانتے ہیں کہ

ہمارے بھی نہ سہی، لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں تو ہمارا ساتھ دیں گے اور آخر
اب دے رہے ہیں یا نہیں ؟"

مرزا" ہاں۔ یہ تو سچ ہے۔ اب تک انگریزوں کو جو کچھ عروج ہوا وہ ہندوؤں
کی بدولت ہوا"

شوکت آرا" خیر۔ اس عروج میں تو مسلمانوں کی نمک حرامی کو بھی دخل ہے
اگر مسلمان مسلمانوں پر حملہ نہ کرتے اور انگریزوں کا ساتھ نہ دیتے تو انگریزوں کو
یہ حکومت نصیب نہ ہوتی۔ ظل سبحانی کے خاص خانہ زاد تک انگریزوں سے ملے
ہوئے ہیں۔ اوروں کا تو کہنا ہی کیا ہے ؟"

مرزا" خیر کچھ بھی سہی۔ مسلمان اب فوج میں بہت کم لئے جاتے ہیں۔ اسلئے
بیکار ہیں۔ جب ملازمت نہ ملے گی تو جھک مار کر تجارت کریں گے"

شوکت آرا" تجارت کیوں کریں گے۔ باپ دادا کی جائیداد بیچ بیچ کر
کھائیں گے"

مرزا" اس طرح کب تک کام چل سکتا ہے۔ آدھا شہر تو بیچ بیچ کر کھا گئے
نیل کے کٹرہ کی ساری جائیداد ہندوؤں نے خرید لی۔ روشن پورہ، کشمیری کٹرہ
خانم کا بازار، چاندنی چوک، محلہ چوڑی والان۔ چاہ رہٹ، غرض کونسا ایسا علاقہ
اور محلہ ہے جہاں ہندوؤں کی جائیداد نہیں ہے، ملا عبد الغفور نے تو یہ غضب
کیا کہ نیل کے کٹرہ کی مسجد والی دکانیں بھی ہندوؤں کے پاس گروی رکھدیں"

شوکت آرا" اے ہے مسجد کی دکانیں!"

مرزا" جی ہاں۔ مسجد کی"

شوکت آرا" پھر مسلمانوں نے اس پر اعتراض نہیں کیا"

مرزا" اس محلہ میں اب مسلمان ہی کون ہیں"

شوکت آرا:- "آخر مکان دار تو سبھی کرایہ دار تو ہوں گے۔"

مرزا:- "کرایہ دار بھی نہیں۔"

شوکت آرا:- "آخر مکان ہندوؤں نے خرید لئے تو بسنے والے کہاں گئے؟"

مرزا:- "اجی سارا کٹرہ ہندوؤں نے خرید لیا۔"

شوکت آرا:- "میں پوچھتی ہوں مسلمان کہاں گئے۔"

مرزا:- "سب کو ہندوؤں نے نوٹس دے دے کر اٹھا دیا، کرائے بڑھا دئے۔ چار آنے کا جو مکان تھا اس کے بارہ آنے کر دئے۔ بیچارے مسلمان چھوڑ چھوڑ کر چل دئے۔ سب تتر بتر ہو گئے، کوئی کہیں چلا گیا اور کہیں جا بسا۔"

شوکت آرا:- "آخر مسجد تو سب مسلمانوں کی ہے۔ کوئی اور خدا کا بندہ کھڑا ہوتا تو مسجد کی جائیداد تو چھڑا لی جاتی۔"

مرزا:- "چھڑائے کون۔ لالہ کہتے ہیں ہمارا روپیہ دیدو ہم دکانوں پر سے قبضہ اٹھا لیں گے۔"

شوکت آرا:- "کروی کتنے بدلے ہیں؟"

مرزا:- "تینوں دکانیں ساٹھ روپے بدلے ہیں۔"

شوکت آرا:- "تو کوئی خدا کا بندہ ساٹھ روپے بھی دینے والا نہیں۔"

مرزا:- "ساٹھ روپے کس کے پاس رکھے ہیں جو کوئی چھڑاتے۔"

شوکت آرا:- "ملا عبدالغفور کیا کہتے ہیں۔"

مرزا:- "وہ کیا کہیں گے وہ مسجد میں رہتے نہیں۔ رات کے رات کو تیل بتی کر جاتے ہیں۔ ان کا پتہ ہی نہیں لگتا۔"

شوکت آرا:- "اگر مسلمانوں کی یہ حالت ہے تو بس خدا حافظ کوئی دن میں سارا شہر ہندوؤں کا ہو جائے گا۔ ان کمبختوں کے ہاتھ میں کہاں کی دولت آگئی۔"

مرزا:۔ "یہ لچھن تو نظر آ ہی رہے ہیں، دولت کہاں سے آ گئی، تجارت ان کے ہاتھ میں ہے، سود وہ کھائیں، شراب وہ بیچیں، سور وہ فروخت کریں، ہندوؤں نے کونسا کام چھوڑ رکھا ہے، ان کا مذہب تو پیسہ ہے، میاں جی میاں جی کرتے جائیں گے اور تمہارا پیسہ کھاتے جائیں گے۔ ہندو پیسہ کے خاطر ہر کام کرنے کو تیار ہے۔ لیکن مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے۔"

شوکت آرا:۔ "مسلمان کیا کریں۔ وہ تو لڑنے مرنے والی قوم ہے تجارت میں پِتّہ مارنے کی ضرورت ہے، ذرا کسی گاہک نے سختی سے بات کی اور مسلمان کو غصہ آیا۔ بھلا اس طرح کہیں دکانداری ہوتی ہے۔"

مرزا:۔ "یہ تعجب کی بات ہے جو شخص گردن کٹوانے پر تیار رہے اس سے غصہ کو ضبط نہیں کیا جاتا۔"

شوکت آرا:۔ "مسلمانوں کو تجارت ہی کرنی نہیں آتی۔ اسی محلہ کے کئی مسلمانوں نے دکانیں کھولی تھیں۔ سب کھا پی کے بیٹھ گئے۔ اللہ رکھی کہتی تھیں چھ دکانیں کھلی تھیں۔ اب فقط شیخ حبیب اللہ کی دکان باقی ہے۔ ان کی بھی یہ حالت ہے بات پیچھے کریں گے گالی پہلے دیں گے۔ ذرا اللہ رکھی سے دریافت کرو وہ آپکو سب قصے بتائے گی۔"

مرزا:۔ "اللہ رکھی سے کیا پوچھوں میں جانتا ہوں۔"

شوکت آرا:۔ "ذرا پوچھو تو کل کیا ہوا۔"

مرزا:۔ "اللہ رکھی۔ او اللہ رکھی۔"

اللہ رکھی:۔ "جی میاں۔"

مرزا:۔ "یہاں آ۔"

اللہ رکھی:۔ "حضور حاضر۔"

مرزا: "کل شیخ جی سے کیا قصہ ہو گیا؟"
اللہ رکھی: "میاں! بیوی نے رنگ منگایا تھا۔ وہ بیوی کو پسند نہیں آیا۔"
مرزا: "پھر کیا ہوا؟"
اللہ رکھی: "میں پھیرنے گئی۔ اس نے گتو مار کے دیدیا تھا۔ میں نے کہا پڑیا کا دیدو۔"
مرزا: "پھر اس نے دیا۔"
اللہ رکھی: "نہیں میاں رنگ کی پڑیا پھینک دی اور ایسی ویسی باتیں کہنے لگا۔"
مرزا: "کیا کہا؟"
اللہ رکھی: "ر
مرزا: (منہ چھپا کے) اب کیا کہوں میں عورت ذات رونے لگی۔"
مرزا: "اری آخر کیا کہہ دیا؟"
اللہ رکھی: "میاں کیا بتاؤں۔"
مرزا: "نہیں کچھ تو بتا۔"
اللہ رکھی: "میاں اس نے بیٹی کی گالی دیکر کہا۔ اب کے یہاں آئی تو ٹانگ پر ٹانگ رکھ کے چیر ڈالوں گا"
مرزا: "پھر تو نے کیا کہا؟"
اللہ رکھی: "میاں میں رونے لگی"
مرزا: "پھر شیخ جی نے کیا کہا؟"
اللہ رکھی: "اس نے پھر گالی دے کر کہا۔ سامنے قبرستان ہے وہاں جا کر رو۔ کیا تیرا بیٹا مر گیا ہے جو رو رہی ہے۔"
شوکت آرا: "ذرا کشوری کی کیفیت بھی پوچھو۔"

مرزا:۔ (اللہ رکھی سے مخاطب ہو کر) اچھا۔ کشوری کا کیا حال ہے؟"
اللہ رکھی:۔ میاں! کشوری بڑا بھلا آدمی ہے۔ خدا کرے اس کے بچے جیتے رہیں
اس نے مجھے کبھی آدھی بات بھی نہیں کی۔"
مرزا:۔ کبھی اس کے ہاں بھی کوئی چیز پھروانے گئی؟"
اللہ رکھی:۔ میاں! ایک پان کو تین تین دفعہ پھیرنے جاتی ہوں۔ بیگم ایک ایک
پان پلٹواتی ہیں کل گلی ہوئی چھالیاں آگئی تھی۔ چار ڈلیاں لے کر گئی اس نے
جھٹ ترازو میں رکھ کر دوسری ڈلیاں تول دیں، اور کہنے لگا بیگم صاحبہ کو پسند نہ
آئیں تو اور لے جانا۔"
مرزا:۔ اچھا۔ اللہ رکھی یہ بات کیا ہے؟"
اللہ رکھی:۔ میاں! شیخ جی کا مزاج ہی چڑچڑا ہے۔ ہر ایک سے تڑاکے بولتے
ہیں۔ جمعے کے دن تو فوجداری ہوتے ہوتے رہ گئی۔ شیخ جی لکڑی لے کر نیچے اتر
آئے تھے وہ تو محلے والوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا، وہ چلتی ہوا سے لڑتے ہیں لیکن
کشوری کی کیا مجال کسی کو آدھی بات کہہ دے اور میاں اسکی چٹکی بھی نرم ہے۔"
مرزا:۔ چٹکی کیسے نرم ہے؟"
اللہ رکھی:۔ جب دیگا دھڑی میں ڈیڑھ دھڑی کا مال دیگا اور شیخ جی پیسے
میں پون پیسے کا بھیڑیں گے۔"
شوکت آرا:۔ اللہ رکھی چاسو جارات زیادہ آرہی ہے۔"
مرزا:۔ اللہ رکھی سے تو عجیب عجیب باتیں معلوم ہوئیں۔"
شوکت آرا:۔ بہو کے میاں کا قصہ اس سے بھی عجیب ہے۔"
مرزا:۔ بہو کون؟"
شوکت آرا:۔ وہ آپ کی کرایہ دارنی ہے نا۔ علی بخش رنگریز کی بیوی۔"

مرزا: "اس کا کیا قصہ ہے؟"

شوکت آرا: "بیو میرے پاس آئی تھی کہ بیگم دس روپیہ قرض دیدو میرے میاں دکان کریں گے، میں نے دس روپیہ دیدیئے۔"

مرزا: "علی بخش تو قلعہ معلی کے کپڑے رنگا کرتا تھا۔"

شوکت آرا: "ہاں جب سے کمپنی کا کپڑا آنے لگا ہے۔ رنگائی کا کام بہت کم ہو گیا ہے۔ بیچارا بال بچے دار ہے۔ اس لئے دکان کی تھی۔"

مرزا: "پھر کیا ہوا؟"

شوکت آرا: "ہوا کیا۔ دو مہینے میں سب چاٹ چوٹ برابر کر کے بیٹھ گئے۔"

مرزا: "کیوں۔ دکان چلی نہیں؟"

شوکت آرا: "چلتی کہاں سے سلیقہ بھی ہو۔ چتلی قبر پہ چار آنے مہینے کی چھوٹی سی کوٹھری لے کے بیٹھے تھے، شام تک جتنے کا بکتا نہیں تھا اس سے زیادہ کا گھر چلا جاتا تھا۔ گھر میں جس چیز کی ضرورت ہوئی بیوی نے بچہ کو بھیج دیا میاں نے مٹھی بھری دیدی۔ اول تو پنساری کی دکان کی اوقات ہی کیا۔ پھر اوچھی پونجی خصموں کھائی اس پہ سے دم چھلا۔ ابھی مٹھی بھر کے مرچیں دیدیں۔ پھر مٹھی بھر کے دھنیا دیدیا غرض دن بھر میں چار آنہ کا سودا بیوی ہی منگا لیتی تھیں۔"

مرزا: "ہندو دکانداروں کی بیویاں کیا کرتی ہیں؟"

شوکت آرا: "وہ بھی منگاتی ہیں۔ مگر ہندو کبھی اس طرح دکان سے نہیں دیتا۔ کشوری کو دیکھو۔ اس کی لڑکی آئی کہ ماں نے مرچیں منگائی ہیں۔ اس نے ادھی کی کوڑیاں دیدیں کہ جا دوسرے پنساری کے ہاں سے لے لے۔"

مرزا: "اس میں فرق ہی کیا ہوا۔ مال نہ دیا کوڑیاں دیں۔ گیا تو دکان ہی سے۔"

شوکت آرا: "جی ہاں اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس طرح تو دکان

کی ادھی گئی اور اس طرح دمڑی سے زیادہ کا مال چلا جاتا ہے۔ گھر کے نام سے چیز زیادہ چلی جاتی ہے اور ایک دن نتیجہ وہی ہوتا ہے جو میاں علی بخش کا ہوا۔ بیوی بسورتی ہوئی آئی تھیں کہہ رہی تھیں بیگم وہ تو دیوالہ نکال کے گھر بیٹھ گئے ہیں ہاتھ جوڑوں گی اور تمہارے دس روپیہ تھوڑے تھوڑے کر کے ادا کر دوں گی۔"

مرزا۔ "پھر تم نے کیا کہا؟"

شوکت آرا۔ "کہتی کیا دس روپے معاف کر دیئے۔ ہاں وہ بات رہ گئی۔ شاہ صاحب اور کیا فرماتے تھے؟"

مرزا۔ "ابھی قصہ تو اصل میں گھی پہ شروع ہوا مرزا فخرو نے گھی کو دریافت کیا کہ یہ گھی کہاں سے آیا ہے میں تو اسی وقت سمجھ گیا کہ آج قورمہ پسند نہیں آیا۔ گھی کے ذکر پر بنیوں کی دکان کے سودے کا ذکر شروع ہو گیا پھر تم جانتی ہو شاہ صاحب تو ایک بحر ذخار ہیں بیسیوں مسئلے اس سلسلے میں بیان کر ڈالے مرزا فخرو کرید کرید کر پوچھتے رہے اور شاہ صاحب بیان فرماتے رہے۔"

شوکت آرا۔ "شاہ صاحب کے تجر علمی کا کیا کہنا ہے۔ وہ جب کسی بات کو شروع کرتے ہیں تو اس کے جزئیات اور متعلقات سب کو بیان کر جاتے ہیں۔"

مرزا۔ "آج انہوں نے کوئی بات چھوڑی تھوڑی۔ سب کچھ بیان فرما دیا مسئلہ کے سیاسی اور مذہبی دونوں پہلوؤں کو ایسا صاف کیا مرزا فخرو عش عش کرتے رہ گئے اور چلتے وقت شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لئے۔ حالانکہ مرزا فخرو وہ ہیں کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے، چلتی ہوا سے لڑتے ہیں۔ کسی کی آدھی بات سننے کے روادار نہیں، پھر اہل کمال بھی ہیں۔"

شوکت آرا۔ "آج کل قلعہ معلے میں تو سب ہی اہل کمال ہیں۔"

مرزا۔ "مگر مرزا فخرو تو ہر فن طاق ہیں، بہترین شاعر ہیں۔ فارسی کی

نظم و نثر اعلیٰ درجہ کی کہتے ہیں، خط نہایت پاکیزہ ہے، لکڑی کا فن بھی خوب آتا ہے، کشتی بہت اچھی لڑتے ہیں، پنجہ لڑانے کے تو استاد ہیں۔ تکل بڑی اچھی لڑانی جانتے ہیں، شطرنج ایسی کھیلتے ہیں کہ دہلی میں یکتا ہیں، طبیعت ایسی نازک ہے کہ ذرا کوئی بات مرضی کے خلاف ہو فوراً بگڑ جاتے ہیں۔"

شوکت آرا" حیران سب باتوں کیساتھ شاہ صاحب کا بڑا ادب کرتے ہیں۔"

مرزا" شاہ صاحب کا تو سارے قلعہ والے ادب کرتے ہیں۔ خود ظل سبحانی شاہ صاحب کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے اٹھاتے ہیں اور قلعہ کے دروازے تک شاہ صاحب کو پہنچا پہنچا نے آتے ہیں۔"

شوکت آرا" مگر شاہ صاحب قلعہ میں بہت کم جاتے ہیں۔"

مرزا" پہلے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اب تو بہت دن ہوئے جانا بالکل ترک کر دیا ہے قلعہ والوں کے فسق و فجور سے شاہ صاحب تنگ آ گئے ہیں، ایک دفعہ ظل سبحانی نے کسی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی تو شاہ صاحب نے چوبدار کو لکھکر دیدیا تھا۔

در مجلس خود راہ بدہ ہمچو منے را　　افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

پھر اس کے بعد سے آج تک نہیں گئے۔"

شوکت آرا" یہ اللہ والے لوگ ہیں انہیں کس کی پروا ہے، علم کی دولت کے سامنے کسی دنیا دار کی کیا حیثیت ہے۔ میں تو کہتی ہوں، خدا اولاد دے تو اس کو علم دین پڑھائے۔ دین میں بھی عزت اور دنیا میں بھی عزت۔"

مرزا" اب عوام میں سے علم کی وقعت کم ہوتی جاتی ہے۔ لوگ علما کی عزت بھی کم کرتے ہیں۔"

شوکت آرا" ایسے ہی جاہل نہ کرتے ہوں گے۔ ورنہ جب تک روئے زمین پر مسلمان آباد ہیں بدون علماء کے ان کا کام چل ہی نہیں سکتا۔"

مرزا" ہاں۔ اسمیں کیا شک ہے آج ہی دیکھ لو تھوڑی دیر میں شاہ صاحب نے علم کے دریا بہا دئیے۔"

تیسرا باب

ہندوؤں کا مذہب

شوکت آرا "آخر شاہ صاحب نے ہندوؤں کے ہاتھ کی اشیاء کو کیا بتایا؟"

مہر آرا "شاہ صاحب یہی فرماتے تھے کہ انسان کا بدن پاک ہے۔ کافر ہو یا مسلمان اس لئے ہندو کے ہاتھ لگانے سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی"

شوکت آرا "یہ تو سچ ہے۔ مگر ہندو ہمیں کیوں ناپاک سمجھتے ہیں؟"

مہر آرا "ہندوؤں کا کچا مذہب ہے ان کا کمزور عقیدہ ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان کے ہاتھ کی کوئی چیز کھائیں گے تو ہمارا دھرم بھشٹ ہو جائیگا لیکن اسلام ایک فطری اور اصولی مذہب ہے اس کی جو بات ہے قاعدے قانون کی ہے عقل کے موافق ہے۔ اس میں ایسی لغو تعلیم نہیں ہے، انسان انسان سب برابر ہیں بھلا یہ بھی کوئی آدمیت ہے کہ ایک انسان کے ہاتھ لگا دینے سے کوئی چیز انسان کے استعمال کی نہ رہے۔ ایک بیوقوف سے بیوقوف انسان بھی اس خیال کو لغو بتائے گا"

شوکت آرا "یہ تو میں جانتی ہوں کہ بے شک یہ فضول چیز ہے اور ہندوؤں نے بھی یہ ترکیب صرف اس لئے نکالی ہے کہ ان کی قوم مسلمانوں میں جذب نہ ہو جائے۔ اور ہندوستان کی تجارت ان کے ہاتھ میں رہے ورنہ ہر پڑھا لکھا آدمی اس چھوت چھات کو بری نظر سے دیکھتا ہے، لیکن آخر یہ کونسی انسانیت ہے کہ ایک قوم تو ہم کو ذلیل سمجھے، ہمارے ہاتھ کا کھانا نہ کھائے پانی نہ پیئے، اور ہم اس کے ہاتھ کی ہر ایک چیز کھائیں پیئیں، کیا اس سے مسلمانوں کی خودداری کو نقصان نہیں پہونچتا اور کیا اس کا یہ نتیجہ نہیں ہے کہ مسلمان ہندوؤں

کے سامنے اپنے کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ شہر کو جانے دو، دیہات کی جاہل آبادی پر
اس کا کیا اثر ہوگا جب، وہ دیکھتے ہوں گے کہ ہندو چماروں اور بھنگیوں کی طرح
مسلمانوں کے ہاتھ کی بھی کوئی چیز نہیں کھاتے، اور مسلمانوں سے چھوت چھات
کرتے ہیں تو کیا وہ اپنے کو ذلیل اور مثل چمار بھنگی کے نہ سمجھتے ہوں گے۔ اس پر
سے وہ یہ غضب دیکھتے ہوں گے کہ ہندو تو مسلمانوں سے چھوت چھات کریں
اور مسلمان بھی ہندوؤں سے چھوت چھات کرنے لگیں تو کم سے کم اس ذلت
کا خیال تو مسلمانوں کے دل سے نکل جائے اور میں تو سمجھتی ہوں یہی وجہ
ہے جو اس ملک میں اسلام نہیں پھیلتا۔ جب کوئی ہندو مسلمان ہونیکا ارادہ
کرتا ہے تو فوراً اس کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں مسلمان بن کر اچھوت بن جاؤنگا
اور میرا مرتبہ ہندوؤں سے گر جائیگا۔ لیکن اگر مسلمان بھی ہندوؤں کے ساتھ
وہی برتاؤ کریں جو ہندو ہمارے ساتھ کرتے ہیں تو کم از کم اسلام قبول کرتے وقت
یہ شخص یہ سمجھ لے کہ میں کسی کم مرتبہ کا انسان نہیں بنوں گا بلکہ اسلام قبول کرنے
کے بعد میرا مرتبہ وہی ہوگا جو ہندوؤں کا ہے۔ یعنی جس طرح میں اب مسلمانوں
کو ذلیل سمجھتا ہوں اسی طرح مسلمان ہو کر ہندوؤں کو ذلیل سمجھوں گا۔ اسلام
کے بعد جس سوسائٹی کو قبول کروں گا وہ ہندوؤں سے کسی حالت میں بھی
کم تر نہ ہوگی، اگر مسلمان اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ وہ بھی ہندوؤں کو
ایسا ذلیل سمجھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا پسند نہیں کرتے تو میں سمجھتی
ہوں کہ تبلیغ اسلام کو بڑی تقویت پہونچے۔ میرا تو تجربہ ہے۔ میں نے رام لال
کہار کی بیوی سے باتوں باتوں میں کہا تھا کہ اری تو مسلمان ہو جانا، اس نے کہا
بیوی مسلمان لوگ تو اچھوت ہیں۔ میں مسلمان ہو کر اچھوت کیوں بنوں۔ اس
وقت میرے ہاتھ کا بڑے بڑے برہمن جل پی لیتے ہیں مسلمان ہونے کے

بعد کوئی بنیا کبھی میرے ہاتھ کی چیز کو ہاتھ نہ لگائے گا۔"

مرزا:۔ شاہ صاحب نے تبلیغ کا ذکر تو نہیں آیا لیکن وہ یہ ضرور فرماتے تھے کہ غیرت وحمیت کا تقاضا یہی ہونا چاہئے کہ جو سلوک ہندو مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں، وہی سلوک مسلمانوں کو بھی ہندوؤں کے ساتھ کرنا چاہئے ورنہ مسلمان حکومت کے ساتھ ساتھ اس ملک میں اپنی اقتصادی حالت کو بھی تباہ کریں گے۔

شوکت آرا:۔ شاہ صاحب کا یہ فرمانا تو بالکل صحیح ہے۔ مگر سوال تو وہی ہر پھیر کے آتا ہے کہ موجودہ حالت میں مسلمان ایسا طرز عمل کیوں کر اختیار کر سکتے ہیں، مسلمانوں کی تمام ضروریات پہ ہندو قابض ہیں۔ لیکن جو چیزیں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کی ہندوؤں کو ضرورت نہیں، اگر مسلمان اشیائے خام ترک کرنے کا ارادہ کریں تو سب سے پہلے ان کو اپنی دوکانوں کا انتظام کرنا چاہئے۔ جب تک تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہو گی مسلمانوں کی غیرت وحمیت نہ چل سکے گی، تجارت کے لئے روپیہ ضروری ہے مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں مسلمانوں کا کوئی بینک نہیں۔ جہاں سے وہ روپیہ لیں پھر یہ کام بڑی محنت کا ہے۔ مسلمان محنت کے عادی نہیں۔ ان کے آٹھ دن اور نو میلے۔ حبیب اللہ کی دکان دو دو دن بند پڑی رہتی ہے۔ سب سے زیادہ بڑی مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اخراجات زیادہ اور آمدنی کم۔ ہندو دکاندار چار پیسے میں گذر کر لے۔ اور ان کو چار آنے چاہئیں۔ ایسی حالت میں مسلمان تجارت کیوں کر کر سکتے ہیں؟"

مرزا:۔ یہ تمام دشواریاں تو ضرور ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں عزت کے ساتھ رہنا ہے تو انگریزی حکومت میں بدون تجارت کے ان کی

زندگی خطرہ سے خالی نہیں ہے خواہ وہ چھوت چھات کریں یا نہ کریں لیکن تجارت ضرور کریں، اگر ان کے بینک نہیں ہیں تو بینک کھولیں، اپنے اخلاق درست کریں اخراجات کی دیکھ بھال کریں، بری اور فضول رسموں کو گھٹائیں غرض وہ سب کچھ کریں جو دوسرے کرتے ہیں۔ تب تو ان کی حالت ٹھیک رہ سکتی ہے ورنہ حکومت تو مسلمانوں کی ختم ہو چکی۔ اور اب یہ خود بھی کوئی دن کے مہمان ہیں"۔

شوکت آرا" بے شک یہ تمام باتیں ضروری ہیں۔ لیکن مسلمان نہ تو بینک قائم کر سکتے ہیں، کیونکہ بینک میں سود کا قصہ ہو گا، اور اسی طرح غلہ کی تجارت چاندی سونے کی تجارت بھی مسلمانوں کو حرام ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جن تجارتوں کو شرع اسلامی منع نہیں کرتی وہ کر سکتے ہیں۔ اور حلال تجارت میں بھی سود بہر حال دینا پڑے گا۔ ہندو تو سود چھوڑیں گے نہیں اور مسلمان سود لیں گے نہیں، پھر بھی مسلمانوں کو ہی نقصان رہے گا۔ چھوٹے موٹوں کو ہندو ویسے پنپنے نہیں دیتے۔ گلی میں کئی مسلمانوں نے دکانیں کھولیں، لیکن ہندوؤں نے سب کے دیوالے نکلوا دیئے۔ یہ فقط شیخ حبیب اللہ کی دکان جمی ہے سو وہ بھی سو سوا سو کا نقصان بھگت چکے ہیں"۔

مرزا" آپ نے تو کئی مسئلے اس سلسلہ میں چھیڑ دیئے۔ ان کا جواب تو کوئی عالم ہی دے سکتا ہے، سود کو تو میں بھی سمجھ گیا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ حرام ہے اتنا میں نے ضرور سنا ہے کہ دار الحرب میں اگر حربی سے سود لے لیا جائے تو یہ سود نہیں ہے باقی غلہ کی تجارت حرام ہونا، یا سونا چاندی کی تجارت کا حرام ہونا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ ہندو مسلمانوں کے دیوالے کس طرح نکال سکتے ہیں، اور ہر تجارت میں سود دینا کیوں ضروری ہے؟"

شوکت آرا" مجھے تو خود ان باتوں کی خبر نہیں لیکن ایک دفعہ والد صاحب

قبلہ کا ارادہ ہوا تھا کہ میرے چھوٹے بھائی نواب جان کو تجارت میں لگا دیں۔
اس وقت یہ تمام باتیں مجھے معلوم ہوئی تھیں۔ والد صاحب نے اپنے پیر سے
تذکرہ کیا تھا کہ میں لڑکے کو تجارت میں لگانا چاہتا ہوں تو پیر صاحب نے یہ تمام
باتیں بتائی تھیں کہ مسلمان کو غلہ اور سونا چاندی فروخت کرنا حرام ہے کلابتوں اور
گوٹا ٹھپہ بھی نہیں فروخت کرنا چاہیئے وہ تو اور بہت سی باتوں کو حرام کہہ رہے تھے
مجھے تو وہ سب باتیں یاد بھی نہیں۔ آخر والد صاحب نے یہ خیال چھوڑ دیا اور اب تک
میاں نواب جان یونہی ڈنڈے بجاتے پھرتے ہیں اب سنا ہے جوا بھی کھیلنے لگے
آخر بیکار پھریں گے تو کیا نہ کریں گے۔ پیر صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ ہندوؤں سے
تجارت کرنی پڑے گی ہندو کٹوتی کاٹیں گے میعاد پر روپیہ نہ پہنچے گا تو ہندو منتی لگائینگے
غرض ہندوؤں کے بغیر کوئی دکانداری چل نہیں سکتی اور ہندو سود کے معاملہ میں تو ایسا
سخت ہے کہ اپنے باپ سے بھی سود لیکر چھوڑتا ہے۔ وہاں دیوالہ نکال دینا تو کھلی
ہوئی بات ہے۔ جب کوئی مسلمان دکان کرتا ہے تو اس کے پڑوسی ہندو دکاندار
بھاؤ گھٹا دیتے ہیں وہ پہلے سے جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ مسلمان نیا نیا ہوتا ہے
جہاں دس پانچ دن اوپر تلے نقصان ہوا دریہ غریب گھبرا کر بھاگا۔ باقی دار الحرب کا
مسئلہ خدا جانے کیا ہے۔ میں نے تو یہی سنا ہے کہ سود کا لینا دینا۔ لکھنا پڑھنا گواہی
دینا سب حرام ہے۔"

چوتھا باب

فوجی ملازمت

مرزا "اب بھی ابا جان کا ارادہ ہے یا نہیں کہ نواب جان کو کوئی دکان کرا دیں"
شوکت آرا "ان کا جی تو بہت چاہتا ہے۔ مگر شریعت سے ڈرتے ہیں"
مرزا "اچھا اگر میں ان کا اطمینان کرا دوں تو راضی ہو جائیں گے؟"
شوکت آرا "آپ سے انہیں کیا اطمینان ہوگا۔ وہ تو اپنے پیر سے مطمئن ہوں گے"
مرزا "پہلے میں ابا جان سے بات کر لوں پھر پیر صاحب کو بھی دیکھ لونگا۔ پیر کون ہیں؟"
شوکت آرا "خبر نہیں کلیر شریف کے کوئی بزرگ ہیں"
مرزا "آخر اُن کا نام کیا ہے؟"
شوکت آرا "سنا ہے انگار شاہ ہے"
مرزا "انگار کیا؟ یہ آگ کا انگارا"
شوکت آرا "ہاں سنا ہے کہ ان کی کرامت یہ ہے کہ لگی ہوئی آگ کو انگلی سے بجھا دیتے ہیں"
مرزا "میں تو اس کرامت کا مطلب نہیں سمجھا کیا بدوں پانی کے ان کا اشارہ کافی ہوتا ہے"
شوکت آرا "ہاں یہی سنا ہے ایک دفعہ سہارنپور کے کسی محلے میں آگ لگ گئی تھی۔ سقے پانی ڈالتے ڈالتے ہائل ہو گئے لیکن آگ نہ بجھی۔ شاہ صاحب نے انگلی سے اشارہ کیا تو بجھ گئی"
مرزا "پھر تو ان کا نام پانی شاہ رکھنا چاہیئے تھا"
شوکت آرا "نام کا کیا ہے۔ آدمی بڑے بزرگ ہیں۔ سال کے سال

ابا میاں سے ملنے آتے ہیں۔ جو توفیق ہوتی ہے نذر دی جاتی ہے۔"

مرزا:" کون سے مہینے میں آیا کرتے ہیں؟"

شوکت آرا:" ستر ہویں شریف کے عرس پہ آتے ہیں۔"

مرزا:" کون سے مہینے کی ستر ہویں؟"

شوکت آرا:" میراں جی کی ستر ہویں پہ آتے ہیں۔"

مرزا:" تو اگلا مہینہ میراں جی کا ہے؟"

شوکت آرا:" (مہینے گن کر) بارہ وفات۔ میراں جی۔ ہاں اگلے مہینے میں اللہ خیر رکھے تو آئیں گے۔"

مرزا:" آپ کے ابا جان کے پیر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں؟"

شوکت آرا:" کچھ ٹوٹا پھوٹا لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے ہیں ہمارا رسول بھی امی تھا۔ ہم بھی امی ہیں۔"

مرزا:" اچھا اگر ابا جان راضی ہو گئے تو میاں نواب جان بھی تجارت پر راضی ہو جائیں گے؟"

شوکت آرا:" میں کہہ نہیں سکتی۔ پہلے تو راضی تھے۔ مگر اب ان کا مزاج بیکار پھرتے پھرتے آوارہ ہو گیا ہے۔ شاید ابا جان کہیں گے تو راضی ہو جائیں گے۔"

مرزا:" شب بخیر۔ صبح کو اللہ رکھی کے ہاتھ پہلے نواب جان کو بلوا لو۔ میں ذرا ان کا رنگ دیکھ لوں۔ پھر انشاء اللہ ابا جان کو بھی راضی کر لوں گا۔ اور ان کے پیر صاحب سے گفتگو کروں گا۔"

یہ باتیں کرنے کے بعد دونوں میاں بیوی سو گئے۔ لیکن ایک نئی بحث چھڑ جانے کے بعد دونوں کو شوق تھا کہ ان مسائل کو صاف کیا جائے۔ مرزا فرحت اللہ کو شوکت آرا بیگم کا اعتماد بہت تھا، لیکن وہ دل ہی دل میں خیال کر رہے تھے کہ

یہ عورت ذات ہے اس کو مسائل کا کیا حال معلوم ہو سکتا ہے اسلام تو تجارت کا زبردست حامی ہے۔ بھلا اسلام جو ہر قسم کی ترقی کا معاون اور حامی ہے اس میں یہ تجارتیں کیوں کر حرام ہو سکتی ہیں بہر حال رات زیادہ گذر چکی تھی مرزا صاحب تھوڑی مسلمانوں کی پستی اور زبوں حالی پہ غور کرتے رہے۔ آخر کروٹیں بدلتے بدلتے نیند آگئی ۔"

علی الصبح مرزا فرحت اللہ تو مسجد میں نماز کو چلے گئے اور یہاں شوکت آرا بیگم نے نماز سے فارغ ہو کر قرآن شریف اور اللہ رکھی جھاڑو بہارو سے فارغ ہوئی تو شوکت آرا بیگم نے فوراً اللہ رکھی کو قاضی کے عوض روانہ کیا اور اس کو تاکید کر دی کہ چھوٹے نواب صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر آئیو۔ اللہ رکھی جب شوکت آرا کے ہاں پہنچی تو نواب جان سوئے پڑے تھے۔ اللہ رکھی نے شوکت آرا کا پیام پہنچا دیا اور کہا "چھوٹے میاں کو بیگم صاحب نے ابھی بلایا ہے۔ شوکت آرا کی والدہ کچھ پریشان بھی ہوئیں اور انہوں نے بار بار پوچھا کہ خیر تو ہے۔ آج صبح ہی صبح نواب جان سے کیا کام نکل آیا۔ اللہ رکھی نے بڑی بیگم کو ہر طرح کا اطمینان دلایا اور کہا بیوی کام تو مجھے معلوم نہیں لیکن ویسے سب خیر صلا ہے ۔"

نواب جان گھنٹہ بھر میں کپڑے وغیرہ پہن کر تیار ہوتے تو والدہ سے بولے "لاؤ۔ دو روپیہ لاؤ ۔"

والدہ "روپے کیا کرو گے ؟"

نواب جان "اب بہن کے ہاں کیا خالی ہاتھ جاؤں گا ؟"

والدہ "دو روپیہ کا کیا لے کر جاؤ گے ؟"

نواب جان۔ حبشی حلوا سوہن لے کر جاؤں گا ؟"

والدہ نے دو روپیہ دیئے اور نواب جان اللہ رکھی کے ہمراہ روانہ ہوئے

راستہ میں دو روپیہ کا حلوا سوہن لیا اور بہن کے ہاں پہونچ گئے۔ نواب جان نے بہن کو سلام کیا۔ شوکت آرا نے بھائی کو دعا دی اور بٹھایا۔

مرزا فرحت اللہ اشراق کی نماز سے فارغ ہو کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دیر تک رات کے واقعات کا ذکر کرتے رہے، شاہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔

میاں مرزا لوگوں نے ابھی تک اسلام کو سمجھا ہی نہیں مجھے تو افسوس ہے کہ خود مسلمان بھی ابھی تک اسلام کو نہیں جانتے۔ کافروں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ مرا میں تو چراغ سحری ہوں۔ ترقی کا دور شروع ہو چکا ہے تم دیکھو گے کہ یہ نئی تہذیب تمام مذاہب کو کھا جائیگی، ہندو دھرم میں تو پہلے ہی سے کچھ نہیں ہے جس دن ویدوں کا اردو ترجمہ ہوا اسی دن اس مذہب کا خاتمہ ہے رہی عیسائیت تو وہ بھی کوئی دن کی مہمان ہے، موجودہ سائنس اور فلسفہ کے سامنے اگر کوئی مذہب ٹھیر سکتا ہے تو وہ فقط ایک اسلام ہی ہے بشرطیکہ علماء اسلام کے صحیح مفہوم کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ لیکن اگر علماء کی تنگ خیالی اور عزلت نشینی اسی طرح جاری رہی تو پھر اسلام کا بھی خدا ہی حافظ ہے۔ ایک ہشیار طالب علم کو مدرسہ سے لیجاؤ تمہیں جو کچھ دریافت کرنا ہے اس سے دریافت کر لو۔ وہ تمام مسائل اچھی طرح حل کر لیگا۔ زیادہ وہم میں نہ پڑو۔ تجارت کرنے کا ارادہ ہے تو خدا کا نام لیکر شروع کر دو"۔

مرزا شاہ صاحب سے یہ تمام باتیں سنکر مکان پر آئے۔ دیکھا تو نواب جان موجود ہیں، نواب جان بہنوئی کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے"۔

نواب جان "بھائی جان آداب عرض ہے"!

مرزا "عمر دراز ہو۔ کہو بھئی۔ سب خیریت ہے"!

نواب جان ”جی خدا کا فضل۔ سب خیریت ہے۔“
مرزا ”اماں جان اچھی طرح۔ ابا جان خیریت سے ہیں۔“
نواب جان ”سب اچھی طرح ہیں۔ اماں جان نے آپ کو دعا کہدی ہے۔“
مرزا ”اللہ رکھی کیسی ہو گی؟“
نواب جان ”جی ہاں۔ اس نے کہا بھائی جان نے تجھ کو یاد کیا ہے۔“
مرزا ”بھائی! میں نے تم کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ یہاں کئی دن سے مسلمانوں کی تجارت کا سوال درپیش ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت تو اب ختم ہوئی۔ فوجی ملازمت میں بھی اب کوئی نہیں پوچھتا۔ دفتروں میں بھی ہندو قابض ہیں۔ اب مسلمان اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو تجارت ان کیلئے لازمی ہے۔“
نواب جان ”بھائی جان میں تو خود یہ کہہ رہا ہوں۔ بڑے بھائی صاحب کو سال بھر مڈل پاس کئے ہو گیا۔ کلکٹری میں تو کوئی اسامی ہی خالی نہیں تحصیل میں کوشش کی وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ آج کل۔ آج کل ہو رہی ہے۔ سال بھر میں پندرہ کی جگہ بھی نہیں ملی۔ عملے کے بڑے بڑے حاکم سب ہندو ہیں، وہ ہندوؤں کو تو نوکر رکھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں کچھ نہ کچھ عیب نکال دیتے ہیں بھائی صاحب کو دیکھئے دھکے کھاتے پھرتے ہیں، کوڑی کو کوئی نہیں پوچھتا۔ جمعہ کو ابا جان ڈپٹی کمشنر سے ملے تھے انہوں نے بھی ایسا روکھا جواب دیا کہ وہ بیچارے اپنا سا منہ لے کر چلے آئے۔“

پانچواں باب

مسلمان باغی ہے

مرزا "ڈپٹی کمشنر نے کیا کہا ؟"

نواب جان "انھوں نے کہا" مرزا صاحب اپنے لڑکے کو قلعے میں نوکر کرادو کمپنی کے دفتر میں کوئی جگہ نہیں ہے"

مرزا "بھائی انگریزوں کو تو آج کل ہندوؤں کا پرورش مقصود ہے ہندو آج کل صاحب کی ناک کے بال بنے ہوئے ہیں مسلمانوں پر تو انگریزوں کو اعتماد ہی نہیں"

نواب جان "بھائی جان! انگریز تو کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ مسلمان باغی ہے یہ لوگ بغاوت کریں گے۔ مگر ہندو لوگ ہمارے خیر خواہ ہیں"

مرزا "تو میاں نواب جان! پھر تم نے کچھ سوچا بھی کہ آخر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے جب تک زندہ ہیں تو کھانا بھی چاہئے۔ کپڑا بھی چاہئے غرض زندوں کو سب ہی چیز کی ضرورت ہے"

نواب جان "بھائی جان! میں تو خود تجارت کا حامی ہوں۔ مگر تجارت سے ہم کو ہمارا مذہب روکتا ہے"

مرزا "یہ تم سے کس بیوقوف نے کہہ دیا کہ ہمارا مذہب تجارت سے روکتا ہے جب ہی تم نے کوئی تجارت نہیں شروع کی"

نواب جان "ابا جان کا تو ارادہ تھا کہ مجھ کو کوئی چھوٹی موٹی تجارت کرادیں لیکن جب انھوں نے سنا کہ تجارت مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے تو وہ خاموش ہو گئے"

مرزا: "میاں آخر تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ تم نے کبھی اتنا نہیں سوچا کہ اسلام جو دنیا میں بہترین مذہب ہے اور جو انسان کیلئے اس کی تمام ترقی کا کفیل ہے وہ تجارت کا مخالف ہوگا۔ تمہارے ہاں تو ہر سال میلاد شریف ہوا کرتا ہے تم نے کبھی میلاد میں کبھی نہیں سنا کہ ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم شام میں تجارت کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ بکریاں چرانے کے بعد آپ نے تجارت ہی کی ہے۔ اگر تجارت نا جائز ہوتی تو سرکار کیوں تجارت کرتے؟"

نواب جان: "بھائی جان جب کبھی مجلس ہوتی ہے تو میں مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہو جاتا ہوں مجھے خبر نہیں کہ یہ لوگ کیا بیان کرتے ہیں۔ میں تو ان کو گاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ دو لفظ منہ سے نکالے اور گانا شروع کر دیا۔ میں نے تو کبھی نہیں سنا کہ ان لوگوں نے سرکار کی سوانح طیبہ پر کبھی کوئی روشنی ڈالی ہو۔"

مرزا: "یہ جاہل میلاد خواں تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ تو غضب ہے بلکہ منکر روایتیں تک بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ لیکن شاہ صاحب کا وعظ سنو تو تمہیں معلوم ہو کہ اسلام کیا ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی عجیب و غریب تھی بکریاں چرانے سے لیکر اس میں بادشاہت موجود ہے۔ ابتدا میں آپ نے بکریاں چرائیں پھر تجارت کی۔ اس کے بعد عزلت اور گوشہ نشینی اختیار کی اور جب آپ پیغمبر ہو گئے تو تبلیغ شروع کی۔ آپ فاران کی چوٹی پر مبلغ اعظم بن کر ظاہر ہوئے۔ مکہ کی گلیوں میں تبلیغ کی۔ میدان جہاد میں آپ ایک بہترین فوجی افسر تھے۔ مسجد میں امام تھے منبر پہ خطیب تھے۔ صحن مسجد میں قاضی۔ اور گھر کے مصلے پر تہجد گذار غرض آپ کی زندگی میں کونسی چیز نہیں ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ تو مسلمانوں کے لئے صحیح نمونہ اور مشعل ہدایت ہے۔ جب تم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا حال بھی نہیں معلوم تو تم کیسے مسلمان ہو!"

نواب جان "بھائی جان! آپ جانتے ہیں اسکولوں میں تو یہ تعلیم ہی نہیں دی جاتی۔ مکتبوں میں اب کوئی اپنے بچوں کو بھیجتا نہیں۔ پھر یہ باتیں معلوم ہوں تو کیسے معلوم ہوں۔ بہرحال ہمارے سرکارؐ نے تجارت کی ہے تو ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے سرکارؐ کا فرمان ہمارے سر آنکھوں پر مسلمان کے لئے تو سرکار دو جہاںؐ کی ہر بات قابل اطاعت اور واجب تعمیل ہے۔ پیر انگار شاہ ایک دن ابا جان کو بتا رہے تھے کہ اسلام میں فلاں فلاں تجارت حرام ہے۔"

مرزا "اجی میاں۔ ابا جان تو پرانے آدمی ہیں۔ جاہل پیروں کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسئلے کی بات کسی عالم سے دریافت کیا کرو۔ اللہ کے رسولؐ نے مذہب اسلام میں ایسی آسانیاں پیدا کی ہیں کہ کسی مذہب کو یہ بات میسّر نہیں۔"

نواب جان "ہاں اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں اور بہتر کیا میں تو یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ فقط ایک اسلام ہی ہے جس کو مذہب کہا جا سکتا ہے۔ مجھے خود بھی تعجب ہوتا تھا کہ اسلام ایسی چیز کو جو انسانی ضروریات سے ہو کیوں کر حرام کر سکتا ہے۔ اور مجھ سے تو بھائی جان ایک دفعہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ اگر کوئی مذہب صحیح ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہے حالانکہ ہیڈ ماسٹر ایک ہندو تھا۔ لیکن وہ بھی ہمارے مذہب کی تعریف کر رہا تھا۔"

شوکت آرا "(مرزا سے مخاطب ہو کر) بس اس بحث کو ختم کیجئے مطلب کی بات اس سے کہنا جس لئے بلایا ہے اس کا تو ذکر نہیں۔ دوسرے قصے شروع کر دئے۔"

مرزا "وہ بھی کہتا ہوں۔ پہلے ان میاں کے دماغ سے یہ خیال تو نکال دوں کہ یہ تجارت کو ہی ناجائز سمجھتے ہیں۔ آخر یہ تعلیم یافتہ آدمی ہیں۔ مڈل تک تعلیم ہے اور ان کو ابھی تک یہی خبر نہیں کہ اسلام کے نزدیک جائز کیا ہے

اور نا جائز کیا ہے؟"

شوکت آرا:" وہ تو کہہ چکا اسکول میں مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اسکا اس میں کیا قصور ہے؟"

مرزا:" ان کا قصور نہ سہی۔ ان کے ماں باپ کا تو قصور ہے۔ انہوں نے ان کو مذہبی تعلیم کیوں نہیں دلائی۔ جب یہ مذہب سے واقف ہی نہ ہوں گے تو آگے چل کے عیسائی بنیں گے۔ یا ہندو۔ یا دہریئے ہو جائیں گے۔"

شوکت آرا:" خدا نہ کرے اپنا مذہب کیوں چھوڑنے لگے۔ آخر مسلمان کا بچہ ہے کیا اسلام کو چھوڑ کے کافر ہو جائے گا؟"

مرزا:" آپ کو کیا خبر ہے۔ آپ تو گھر میں بیٹھی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کے بیسیوں بچے اب تک عیسائی ہو چکے ہیں۔ ذرا گاؤں میں جا کر دیکھو تو تم کو معلوم ہو کہ لوگ کلمہ تک بھی نہیں جانتے۔ برسوں سے مسلمان چلے آتے ہیں۔ لیکن یہ خبر نہیں کہ ہمارا مذہب کیا ہے۔ ہندوؤں کی تمام رسمیں ان کے گھروں میں رائج ہیں۔ سروں پہ چوٹیاں رکھتے ہیں۔ ہولی دیوالی کا تہوار مناتے ہیں عید کی نماز کبھی نہیں پڑھتے۔ روزمرہ کی نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے مسلمانوں کے مردے بھی بدوں نماز کے دفن ہوتے ہیں۔ فقیر نکاح بھی پڑھا دیتا ہے اور پنڈت پھیرے بھی ڈال دیتا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کی آج یہی حالت ہے۔ کیا یہ مسلمان نہیں ہیں آپ کہتی ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد کافر نہیں ہو سکتی آخر کافروں کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ حالت کیسی افسوس ناک ہے۔ اگر مذہبی تعلیم نہ ہوگی تو ایک دن آج کل کے لڑکوں کا یہی حال ہو جائے گا۔"

شوکت آرا:" یہ تو سچ ہے کہ بدوں مذہبی تعلیم کے مسلمان اسلام کا پابند نہیں رہ سکتا۔ آخر شاہان اسلام نے دیہات کے مسلمانوں کی تعلیم کا کوئی انتظام

کیوں نہیں کیا جو آج ان کی یہ حالت ہو گئی"

مرزا:" شاہان اسلام کو ہمیشہ ہندوؤں نے مسلمانوں کی اصلاح کا موقع ہی کہاں دیا۔ وہ بے چارے تو ساری عمر بغاوتیں ہی فرد کرتے رہے۔ شاہجہاں خلد آشیانی نے کچھ مکتب قائم کئے تھے اور ہر دیہات میں ایک عالم کا انتظام کیا تھا لیکن وہ بھی چند اضلاع میں۔ اس کے بعد عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو تو یہ موقع ہی نہیں ملا۔ ان کو تو ہندوؤں نے ایک دن بھی چین نہیں لینے دیا۔ ہندوؤں نے اس ملک میں ہمیشہ بغاوتیں برپا رکھیں۔ شاہان سلف بغاوتیں فرد کرتے یا دیہاتی آبادی کی تعلیم کا انتظام کرتے؟"

شوکت آرا:" ہندوؤں کی بھی عجیب حالت ہے۔ ایک طرف تو شہنشاہ اکبر کی پوجا کرتے تھے۔ اور ہر طرح کی ناز برداری کرتے تھے اور دوسری طرف ان ہی بادشاہوں کے خلاف بغاوت کا بھی طوفان مچا رکھا تھا۔

مرزا:" پرانے بادشاہوں نے یہ رسم اسی لئے جاری کی تھی کہ ہندوؤں سے خانگی تعلقات پیدا ہو جائیں گے تو پھر ملک میں شر کا امکان کم ہو جائیگا"

لیکن ہندوؤں کی بغاوت کا سلسلہ ایک دن بھی کم نہ ہوا۔ اور آخر اس ملک میں انگریزی راج کر کے چھوڑا۔ اب دیکھو سب صبر سے بیٹھ گئے۔ انگریز نے ایک ایک ریاست کی ناک میں نکیل ڈالدی ہے۔ اب کوئی بھی کان نہیں کھڑا کرتا"

شوکت آرا:" شاہی زمانہ میں یہ لوگ کیسے باغی ہو جاتے تھے حالانکہ سنتی ہوں کہ ہندو انگریزوں سے بھی خوش نہیں ہیں۔ بعض بعض راجہ تو انگریزی حکومت کے بھی مخالف ہیں۔ لیکن اب انگریزی حکومت کے خلاف ان لوگوں کو بغاوت کی ہمت کیوں نہیں ہوتی؟"

مرزا: "اس کا جواب میاں نواب جان دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے تاریخ پڑھی ہے۔ یہ بتائیں گے کہ اب بغاوتیں کیوں بند ہو گئی ہیں"۔

شوکت آرا: (نواب جان سے مخاطب ہو کر) ننھے میاں تم ہی بتاؤ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اب یہ رئیس کمپنی کے خلاف کیوں نہیں سر اٹھاتے؟ مسلمانوں کی طرح انگریز بلیکش ہیں۔ تو کیا ان کی نگاہ میں کوئی جادو ہے کہ یہاں کے راجہ مہاراجہ انگریز سے آنکھ ملاتے ہی دم بخود ہو جاتے ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے جتنے احسانات ہندوؤں کے ساتھ کئے ہیں اتنے تو انگریزوں کو نصیب بھی نہیں ہوئے۔ انگریزی راج کو ابھی دن ہی کتنے گذرے ہیں۔ لیکن انگریزوں نے چند ہی دن میں سب کو رام کر لیا ہے"۔

چھٹا باب

اسلامی سلطنت

نواب جان: "یہ باتیں تاریخوں میں نہیں لکھی جاتیں۔ آج کل جو تاریخیں اسکول میں پڑھائی جاتی ہیں اس میں تو ایک بات بھی صحیح نہیں ہوتی۔ موجودہ تاریخوں میں تو مسلمان بادشاہوں کے مظالم کچھ ایسے خوفناک طریقے سے بیان کیے گئے ہیں کہ جو لڑکے ان تاریخوں کو پڑھتے ہیں ان کے دل میں مسلمانوں سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ان تاریخوں کا صدقہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کے دلوں میں منافرت پیدا ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ باقی آپ کی اور بھائی جان کی بحث تو وہ ذرا عقل کی بات ہے۔ تاریخوں میں یہ چیز نہیں ملے گی اس کے متعلق میرا جو کچھ خیال ہے وہ عرض کردوں۔ باقی ماننا نہ ماننا یہ آپ دونوں کا کام ہے۔ اسلامی سلطنت کے دور میں رئیسوں کی فوج ان کے اپنے قبضہ میں تھی۔ مسلمان بادشاہ ان کی فوج سے کام لیتے تھے لیکن فوج پر پورا قبضہ رئیسوں کا ہی رہتا تھا۔ فوج بھی ان کو اپنا راجہ اور مالک سمجھتی تھی یہ لوگ اس ہی فوج کے گھمنڈ پر جب چاہتے تھے بغاوت کر دیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض رئیس تو ایسے موقع پر باغی ہو جاتے تھے جب ان کی فوجیں میدان جنگ میں بادشاہ کی جانب سے لڑنے کے لئے موجود ہوتی تھیں بسا اوقات محض اس بنا پر بادشاہوں کو شکست کھانی پڑی کہ وقت کے وقت کوئی رئیس باغی ہو گیا اور شاہی فوج پر حملہ کر دیا۔ آتا تو بادشاہ کی امداد کو لیکن بادشاہ کا مخالف بن کر بجائے فتح کے بادشاہ کیلئے شکست کا سامان پیدا کر دیا کرتا تھا۔"

انگریزوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ فوج پر اپنا قبضہ کر لیا۔ ریاستوں میں جو فوج اپنے لئے ریزرو کی اس پر بھی اپنا قبضہ رکھا۔ اگرچہ وہ فوج ریاست کی روپیہ سے تربیت پاتی ہے۔ لیکن وہ رئیس کو جانتی بھی نہیں۔ تمام افسر اس کے انگریز ہیں۔ رئیس پر کوئی وقت آ پڑے تو وہ فوج رئیس کی امداد نہیں کرے گی۔ بلکہ محض انگریزی حکومت کے لئے مخصوص ہو گی پہلے بادشاہ اپنے پاس سے روپیہ دے کر رئیسوں کے پاس فوج رکھتے تھے اب انگریز نے یہ تمام حقوق اپنے لئے مخصوص کر لئے ہیں۔ نہ منصب ہفت ہزاری باقی رہا۔ نہ ہشت ہزاری۔ جب رئیسوں کے قبضے میں فوج ہی نہ ہو گی تو وہ بغاوت کس برتے پر کریں گے۔ فوج پر سولہ آنے حکومت انگلشیہ کا قبضہ ہے۔ ریاستوں کے سروں پر چھاؤنیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اب کس کی مجال ہے کہ کوئی چوں کر سکے یہ وجہ ہے کہ آجکل کوئی راجہ مہاراجہ بغاوت نہیں کر سکتا۔ ورنہ اسلامی عہد میں تو چھوٹے راجہ دہلی پر چڑھ دوڑتے تھے۔ اگر آج انگریز بھی فوج پر رئیسوں کا اقتدار قائم کر دیں تو یہاں بغاوت شروع ہو جاتی ہے۔"

مرزا۔ "میاں نواب جان تمہاری عمر تو کم ہے مگر بات تم نے نہایت معقول کہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری آپا جان بھی سمجھ گئی ہوں گی۔

شوکت آرا۔ "بات یہی ہے جو نواب جان نے کہی۔ ورنہ خوش تو ان سے کوئی بھی نہیں ہے۔"

مرزا۔ "ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا ذرا سوچ کر۔ مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ گاؤں کے گاؤں عیسائی ہو جائیں گے۔"

شوکت آرا۔ "آخر اب اس زمانہ میں اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔"

مرزا۔ ظل سبحانی میں تو کوئی طاقت رہی نہیں وہ تو انگریزوں کے ٹکڑوں

پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب تو صرف یہی ایک صورت ہے کہ شہر کے لوگ قصبے والوں کی اصلاح کریں اور قصبے والے گاؤں کو سنبھالیں۔ علما گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں کی اصلاح کریں اور گاؤں والوں کی اصلاح میں تو کسی بڑے عالم کی بھی ضرورت نہیں صرف معمولی مسلمان اصلاح کر سکتا ہے۔ لیکن جب تک مسلمان ایثار سے کام نہ لیں گے دیہات میں اسلام قائم نہیں رہ سکتا۔"

شوکت آرا "مسلمان کوئی اصلاحی یا تبلیغی انجمن بنا کر مذہب کی خدمت انجام دیں۔"

مرزا "انجمن کو قلعہ معلے سے تو کوئی کوڑی ملے گی نہیں مسلمانوں کے چندہ ہی سے کام چل سکتا ہے۔ مسلمانوں کی خود مالی حالت خراب ہے پھر ایک انجمن سارے ہندوستان میں کیونکر مفید ہو سکتی ہے اب تو اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے ذمے دین کی خدمت فرض کر لے اور اللہ کے واسطے آٹھ دن میں ایک دن وقف کر دے تب تو کچھ ہوگا۔ ورنہ اسلام کا اللہ بیلی۔"

شوکت آرا "شاہ صاحب کے طالبعلم بھی کچھ تبلیغ میں حصہ لیتے ہیں یا نہیں؟"

مرزا "(ٹھنڈا سانس بھر کر) شاہ صاحب کی کیا پوچھتی ہو مسلمانوں کی حالت کا ذکر کر کے شاہ صاحب گھنٹوں رویا کرتے ہیں۔ ہر طالب علم کو حکم ہے کہ جمعرات کی شام کو وہ دہلی سے باہر مواضعات میں چلا جائے اور جمعہ کے تمام دن گاؤں میں رہ کر مسلمانوں کی اصلاح کرے آج کل شاہ صاحب کو میوات کے مسلمانوں کی بڑی فکر ہے۔ گوڑگانوہ کے ضلع میں شاہ صاحب خود بھی کئی دفعہ دورہ کر چکے ہیں۔"

شوکت آرا "خدا تعالیٰ شاہ صاحب کو زندہ رکھے یہ خاندان بھی خوب دین کی خدمت کر رہا ہے۔"

Scanned by CamScanner

مرزا" (نواب جان سے مخاطب ہوکر) بھائی! میں نے آپکو اس لیے تکلیف دی تھی کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تمہارا ارادہ تجارت کرنے کا ہے۔ ابا جان کا خیال تھا کہ تمہیں کوئی کاروبار کرائیں لیکن پھر وہ کسی وجہ سے خاموش ہوگئے تم تعلیم یافتہ آدمی ہو خود سمجھتے ہو کہ جب سے مسلمانوں کے فوجی حقوق انگریزوں نے تباہ کیے ہیں مسلمانوں کی اقتصادی حالت بالکل خراب ہے دن بدن مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔ جائدادیں تمام بنیوں کے قبضے میں جا رہی ہیں۔ ملازمتوں کی حالت خراب۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ قلعہ کی بہار بھی چند روزہ ہے۔ مہرولی میں کوٹھی تیار کی جا رہی ہے۔ جہاں ظل سبحانی کو مع خاندان کے منتقل کر دیا جائیگا۔ اور انگریز قلعہ پر قبضہ کر لیں گے۔ انگریز بہانہ ڈھونڈھ رہے ہیں اگر قلعہ پر قبضہ ہو گیا تو اتنا بھی سہارا گیا۔ پھر ہندو اور انگریز کا راج ہوگا۔ مسلمانوں کا بس خدا حافظ ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں مسلمانوں کو خدا سمجھ دے تو وہ آہستہ آہستہ تجارت پر قبضہ کر لیں) ۔ ورنہ بھائی نواب جان کچھ ہوگا یا نہ ہوگا مسلمانوں کی جان کے لالے پڑ جائیں گے"

نواب جان "بھائی جان! یہ بڑا لمبا قصہ ہے۔ میں تو شروع دن سے تجارت کا حامی ہوں۔ میں نے ہی ابا کو راضی کیا تھا۔ جامع مسجد کے نیچے ایک دکان بھی امام صاحب سے طے کر لی تھی۔ ہاپوڑ کی منڈی کو خط بھی لکھ دیا تھا۔ ایک کھتی کا سودا ہو رہا تھا۔ غرض میں نے سب انتظام کر لیا تھا اور ارادہ تھا کہ بڑے پیمانہ پر غلہ کی دکان کروں۔ دہلی میں جس قدر چھوٹی چھوٹی دکانیں اب تک مسلمانوں نے آٹے دال کی کھولی ہیں ان سب کی فہرست بھی میں نے بنالی تھی۔ سب دکانداروں نے مجھ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ میری دکان سے مال خریدیں گے۔ دوسرے دکاندار ان کو بہت تنگ کرتے ہیں میں یہ سب کچھ کر چکا تھا کہ ابا جان کو انگار شاہ نے اچٹا دیا۔ پھر میں نے کپڑے کی دکان کرنی چاہی۔ لیکن انگار شاہ نے اس میں بھی کچھ

فی نکال دی اور میری ساری اسکیم خاک میں مل گئی۔"

مرزا۔" یہ تجارت آپ کتنے روپے سے کرنی چاہتے تھے؟"

نواب جان۔" پانچ سو روپے سے۔"

مرزا۔" غلے کے لئے تو یہ رقم کم ہے۔"

نواب جان۔" کام چل جاتا تو نانی جان سے کچھ اور لے آتا۔"

مرزا۔" کام شروع کرنے کے لئے بھی یہ روپیہ ناکافی ہے۔"

نواب جان۔ پھر کس قدر روپیہ چاہیئے؟"

مرزا۔" کم از کم دو ہزار روپیہ۔"

نواب جان۔" دو ہزار تو بہت ہیں۔"

مرزا۔" اگر روپیہ نہ ہو تو کمپنی بنا لو۔"

نواب جان۔" اجی کمپنی کا جھگڑا ہے۔ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پہ۔"

مرزا۔" تمہارے پاس کتنا روپیہ ہے؟"

نواب جان۔" بھائی جان! میرے پاس کیا رکھا ہے۔ میں تو خود باوا کی روٹیوں پر پڑا ہوا ہوں۔"

مرزا۔" سنا ہے آپ جوا بہت اچھا کھیلتے ہیں۔"

نواب جان۔" جوا۔ کون کہتا ہے۔ کیسا جوا؟"

مرزا۔" اپنی آپا جان سے پوچھو۔"

نواب جان۔" شوکت آرا سے مخاطب ہو کر) کیوں بی۔ کون کہتا ہے؟ خدا کی مار جو جوا کھیلتا ہو۔"

شوکت آرا۔" کیا خبر میں نے بھی سنا ہے۔ جوا نہیں کھیلتے تو چیلی دروازے میں کیوں جایا کرتے ہو؟" نواب جان۔" منشی رام کایستھ کے پاس سکندر نامہ پڑھنے جایا کرتا ہوں۔" شوکت آرا۔" خیر بھائی۔ میں تو بحث نہیں کرتی۔ بیکار اور آوارہ پھرو گے تو کوئی نہ کوئی اور علت پیچھے لگ جائے گی۔"

ساتواں باب

شراب نہیں پی

نواب جان "خواہ مخواہ علت لگ جائے گی۔ میں تو کتاب پڑھتا رہتا ہوں کبھی کبھی ابا میاں کی اجازت سے قلعہ میں شطرنج کھیلنے چلا جاتا ہوں۔"

مرزا "شطرنج کونسی اچھی چیز ہے۔ اس سے بڑھ کر تو شاید ہی کوئی منحوس کھیل ہو۔ بہرحال اس قصے کو چھوڑو۔ میاں وقت نازک ہے۔ بڑے بڑے شریفوں کے بچے آوارہ ہو جاتے ہیں۔ خدا بری صحبت سے بچائے۔ آجکل کسی کا اعتبار نہیں۔ آپ بھلے اور اپنا گھر بھلا۔"

نواب جان "نہیں بھائی جان۔ خدا کی قسم میں تو کسی سوسائٹی میں جا کر نہیں بیٹھتا۔ میری تو خود عادت یہ ہے کہ سب سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔"

مرزا "خیر مجھے یہ تو بتاؤ کہ کس قدر روپے سے تجارت کر سکتے ہو؟"

نواب جان "میں کیا بتاؤں ابا میاں سے دریافت کیجئے۔"

مرزا "پانچ سو روپے تو دیدیں گے؟"

نواب جان "ان ہی سے دریافت کیجئے۔ میں تو سمجھتا ہوں اب ان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔"

مرزا "وہ روپیہ کہاں گیا؟"

نواب جان "بھائی کی شادی میں صرف ہو گیا۔ بڑا مکان بھی رہن رکھدیا۔"

مرزا "کیا لال کنویں کی بڑی حویلی بھی گروی رکھدی؟"

نواب جان "جی ہاں گروی رکھدی۔"

مرزا "کتنے بدلے رکھی۔"

نواب جان "ایک ہزار بدلے۔"

مرزا "کیوں رکھ دی"

نواب جان "وہی بھائی کی شادی کے قصے ہیں"

مرزا "اتنا روپیہ کاہے میں خرچ کر دیا"

نواب جان "دنیا کی رسموں میں خرچ ہو گیا۔ دو سو روپے تو صرف دلہن کے جوڑے میں صرف ہوئے"

مرزا "ابا جان کا کوئی پہلا تو کارنہیں تھا۔ ابھی اور بھی تو کئی بچے ہیں ایک ہی پر ساری دولت خرچ کر دیں گے تو آگے کیا کریں گے۔ کچا سا تو ہے"

نواب جان "ان کا تو ارادہ زیادہ خرچ کرنے کا نہیں تھا۔ مگر ان کی سمدھن نے مجبور کر دیا"

مرزا "سمدھن نے کیا مجبور کر دیا؟"

نواب جان "انہوں نے کہا میری اکلوتی بیٹی ہے۔ میں تو سارے ارمان پورے کروں گی۔ میری بچی کوئی بیوہ تھوڑی ہے۔ میں تو اللہ رکھے ساری حسرتیں پوری کروں گی"

مرزا "ان کی حسرتیں تو پوری ہو گئیں۔ لیکن تم تو تباہ ہو گئے"

نواب جان "ابا جان تو بہت پریشان ہیں۔ چار گاؤں بھی تو ان کے ضبط ہو گئے"

مرزا "کون سے وہ کرنال والے"

نواب جان "جی ہاں ضلع کرنال کے"

مرزا "یہ کب ضبط ہوئے؟"

نواب جان "اگلے مہینے اطلاع آئی ہے"

مرزا "یہ کیوں ضبط ہوگئے؟"

نواب جان "انبالہ میں چھوٹے لاٹ صاحب کا دربار تھا۔ ابا کچھ سٹ پٹا گئے وہاں سے جواب طلب ہوگیا اور پنجاب کی ملک ضبط ہوگئی۔"

مرزا "تب تو یوں کہو کہ نواب ختم ہی ہوگئے۔"

نواب جان "جس دن سے یہ خبر آئی ہے۔ ابا جان بتاشے کی طرح بیٹھ گئے ہیں۔ آٹھوں پہر روتے گذرتی ہے۔"

مرزا "میاں۔ ایک ابا جان کیا ان رسوم کی بدولت تو آج مسلمانوں کے سینکڑوں خاندان تباہ ہوگئے۔ بڑے بڑے امیر روٹیوں کو محتاج ہیں۔"

نواب جان "خدا جانے یہ رسمیں مسلمانوں میں کہاں سے آگئی ہیں۔"

مرزا "آتی کہاں سے ہیں۔ یہ سب ہندوؤں کی وجہ سے آئی ہیں۔"

نواب جان "کیا اسلام میں یہ چیزیں نہیں ہیں؟"

مرزا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسلام کو ان سے کیا تعلق۔ اسلام تو اسراف اور فضول خرچی کا سخت دشمن ہے۔ اسلام کا نکاح تو ایسا سادہ ہے کہ چھواروں پہ ہو جاتا ہے۔ پھر لڑکے کے نکاح میں تو کچھ دینا بھی نہیں پڑتا۔ لڑکے کا نکاح اور تمہارے ابا جان اس میں مقروض ہوگئے اور بڑی حویلی رہن رکھدی۔"

نواب جان "ان کو جوڑے چڑھاوے نے مار ڈالا۔ پھر تو ہاریوں کا خرچ اور بھی زیادہ ہوا۔ بھائی جان کی چار سال منگنی رہی۔"

مرزا "میاں یہ منگنی تو خدا کا غضب ہے۔ منگنی بیاہ سے بھی گراں رہتی ہے خدا توفیق دے تو منگنی ہرگز نہ کرے۔"

نواب جان "یہ سمجھئے کہ چار سال میں پانچ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔"

مرزا "بھائی پھر غنیمت ہے۔ دلی کے پنجابی تو دس دس ہزار روپیہ فقط

منگنی کی تقریب میں صرف کر دیتے ہیں۔"

نواب جان:" دلی کے پنجابی کچھ زیادہ مالدار ہیں؟"

مرزا:" ہاں تجارت پیشہ قوم ہے اچھی خاصی پیسہ والی ہے۔ لیکن یہ رسمیں تو فرعون اور قارون کو بھی مفلس کر دیں۔ پنجابی کس گنتی میں ہیں یہ فضول خرچیاں ایک دن اس قوم کو بھی مفلس بنا دیں گی۔"

نواب جان:" مسلمانوں میں ایک ہی قوم ہے جو تجارت پیشہ ہے اور اسی کے اسراف کی یہ حالت ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ قوم مفلس ہو گئی تو دہلی والوں کی رہی سہی بھی آبرو جاتی رہے گی۔ ہندو اگر دبیتے ہیں تو پنجابیوں سے دبیتے ہیں اگر یہ قوم بھی اپنے اسراف کے ہاتھوں تباہ ہو گئی تو رہا سہا بھی اثر مسلمانوں کا جاتا رہیگا۔"

مرزا:" اگر اس قوم نے تجارت کو نہ چھوڑا تو انشاء اللہ مفلس تو نہ ہو گی۔"

نواب جان:" لیکن بھائی جان ہندو آہستہ آہستہ بساط خانہ پر بھی قبضہ کر رہے ہیں اور مسلمان دوسری تجارتوں پر قبضہ نہیں کرتے تو ایک دن بساط خانہ بھی پنجابیوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

مسلمان تجارت کو نہ چھوڑیں گے۔ لیکن تجارت ان کو چھوڑ دیگی اور رسمیں یہ لوگ ترک نہ کریں گے تو پھر ایک دن پنجابی قوم کا کیا حشر ہو گا۔"

مرزا:" پنجابی قوم بھی اس کا احساس کر رہی ہے۔ ابھی پرسوں اللہ والوں سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے ان کو سمجھایا تھا کہ یہ آپ کی قوم کیا کر رہی ہے اس خبر لیجئے۔ وہ بیچارے افسوس کر رہے تھے۔ کہتے تھے بھائی مرزا وقت ایسا آ گیا ہے کہ کوئی کسی کی نہیں سنتا۔ میں تو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا۔ کئی پنچائتیں بھی قوم میں ہوئیں مگر چودھری صاحبان کی یہ کیفیت ہے کہ دوسروں سے حلف لیتے ہیں اور خود ان کی عورتیں سب کچھ کرتی ہیں۔ عورتوں

مردوں کا بھی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ قرآن بیچ میں رکھ کر قسمیں کھائی جاتی ہیں اور پھر شادی کے موقع پر وہ ہی قسمیں توڑ دی جاتی ہیں سارے عہد و پیمان سمدھیوں کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ تجارت کی حالت خراب ہے اور شادی بیاہ کی رسمیں وہی ہیں۔ خدا ہی اس قوم کی حالت سنوارے گا تو سنور یگی ورنہ مجھے تو تباہی کے لچھن نظر آتے ہیں، اور میاں نواب جان! دہلی کے پنجابی ہوں یا جفت فروش۔ جب تک ان عورتوں کی اصلاح نہ ہوگی کوئی قوم بھی اس شہر میں غربت اور مفلسی سے نہیں بچ سکتی۔ مسلمان پیسہ کماتے نہیں اور خرچ دیکھو تو ان کے اللہ کی پناہ۔ بھلا کہیں اس طرح قومیں زندہ رہتی ہیں۔ اب تم ہی دیکھ لو تمہارے ابا جان کی کیا حالت ہو گئی۔ انہوں نے جوا نہیں کھیلا، شراب نہیں پی، رنڈی بازی نہیں کی اور موروثی مکان کو نیگ لگا کے بیٹھ گئے۔ آخر یہ بڑے بھائی کی شادی میں روپیہ غارت ہوا یا کہاں گیا اور آپ کی والدہ نے یہ کہہ دیا کہ دیکھا جائیگا۔ بیاہ کا قرضہ خدا بھی جلدی اتروا تا ہے۔"

نواب جان:۔ "اجی عورتوں کی تو ایسی ہی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ بہر حال آپ مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں؟ نوکری ملتی نہیں، تجارت کے لئے روپیہ نہیں، سود پر آپ روپیہ لینے نہیں دیتے۔ تو کیونکر کام چلے۔"

آٹھواں باب

جائیداد خریدو

مرزا " میں نے تو آپ سے کہدیا کہ سود دود کے قصے میں تو پڑو نہیں اگر تجارت کرنی ہو تو مجھ سے صاف کہدو ایک سال بھر میرے کہنے پر عمل کرو پھر دیکھو بڑا مکان بھی رہن سے چھوٹ جائیگا اور خدا کرے تو ایک آدھ گاؤں بھی خرید لو گے اور گاؤں خرید کے کیا کرو گے۔ دلی میں جائداد خریدو اور مزے سے کرایہ کھاؤ۔ اپنا مال بھی آنکھوں کے سامنے رہے اور جس وقت چاہو بیچے گھر سے کرلو"

نواب جان " وہ کونسی تجارت ہے کہ سود بھی نہ دینا پڑے اور دو سال میں لہر بہر بھی ہو جائے۔ یہ برکت تو سود ہی میں ہے"

مرزا " استغفر اللہ۔ خدا سے ڈرو۔ سود میں اور برکت کیسے مسلمان ہو تم تو کہتے تھے میں نے قرآن پڑھا ہے"

نواب جان " ہاں قرآن تو پڑھا ہے۔ مگر ترجمہ تفسیر نہیں دیکھی"

مرزا " میاں ہم نے کونسا ترجمہ اور تفسیر دیکھی ہے۔ مگر یوں کہو کہ شاہ صاحب کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ شدھ بدھ ہو گئی ہے۔ صبح کی نماز کے بعد قرآن شریف کے ترجمہ میں بیٹھ جاتا ہوں، کچھ نہ کچھ کان میں پڑ ہی جاتی ہے۔ آج ہی صبح کو سود کا ذکر تھا تیسرے پارہ میں ایک آیت ہے اس کا ترجمہ مولوی صاحب سنا رہے تھے کہ خدا سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کی رکھوالی کرتا ہے۔ پھر مولوی صاحب نے بہت سی حدیثیں سنائیں جن میں سود خوار کی مذمت لکھی ہوئی تھی اور یہ بھی مولوی صاحب فرما رہے تھے کہ سود دینا لینا، لکھنا پڑھنا، گواہی دینا وغیرہ وغیرہ گناہ میں سب برابر ہیں۔

نواب جان "ہاں بھائی جان اچھے لوگوں کی صحبت بھی آدمی کو اچھا کردیتی ہے نجیبے تو مدرسہ کے لڑکوں ہی صحبت رہی وہ بیچارے خود ہی قرآن شریف کو نہیں جانتے۔ بلکہ وہ تو مولویوں کا مذاق اڑایا کرتے ہیں اور ہر مذہب کی بات کو یہ کہکر اڑا دیتے ہیں کہ میاں یہ مولویوں کی من گھڑت ہے۔ اچھا یہ ترجمہ کہاں ہوتا ہے"

مرزا "یہیں نزور کے پیچھے ہیں۔ یہ سامنے مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کا مدرسہ ہے نہیں یا"

نواب جان "یہ شاہ صاحب کا مدرسہ"

مرزا "ہاں ہاں۔ یہاں سے کوئی دس قدم ہوگا"

نواب جان "کیا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فرمایا کرتے ہیں؟"

مرزا "نہیں شاہ صاحب تو تفسیر فتح العزیز لکھ رہے ہیں۔ شاہ صاحب کے ایک شاگرد ہیں وہ بیان کیا کرتے ہیں۔ بڑے اچھے واعظ ہیں۔ قابل بھی بہت ہیں اور پھر دلی کی زبان ہے۔ ایسا سمجھاتے ہیں کہ دل میں اتر چلا جاتا ہے"

نواب جان "کون صاحب ہیں؟"

مرزا "تمہارے شہر کے ہیں۔ مولانا فخرالدین صاحب کو نہیں جانتے؟"

نواب جان "نام تو سنا ہے۔ وہ شیخ منگا کے چھتے میں جو رہتے ہیں؟"

مرزا "ہاں ہاں وہ بھاری سے بدن کے۔ تل چاولی ڈاڑھی۔ زرد بانات کی جوتی پہنتے ہیں۔ زلفیں بڑی بڑی گھنی داڑھی"

نواب جان "وہ مولوی میر محبوب علی صاحب کے خسر"

مرزا "نہیں خسر نہیں۔ میر صاحب کے سمدھی"

نواب جان "اچھا میں سمجھ گیا وہ نا وہ مغرب کے بعد جامع مسجد میں پائے والوں کی طرف دالان میں بیٹھا کرتے ہیں"

مرزا " ہاں ہاں وہی "

نواب جان " اچھا وہ عالم ہیں؟ میں تو انہیں کوئی درویش سمجھتا تھا "

مرزا " میاں۔ وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاص شاگرد ہیں اور درویش بھی ہیں۔ اللہ اللہ کرنے والے آدمی ہیں۔ تم نے انکو کیا ایسا درویش سمجھا ہے جیسے تمہارے انگار شاہ "

نواب جان " اجی خیر وہ تو بالکل ہی کودن ہیں "

مرزا " دیکھو دیکھو اپنے والد کے پیر کو کیا کہتے ہو "

نواب جان " اجی وہ کسی کے بھی پیر ہوں۔ لیکن آدمی جاہل ہیں "

مرزا " میاں تمہارے ابا کو اس پیر نے ہی تباہ کر رکھا ہے۔ عالم کتنا ہی بے عمل ہو لیکن ایک جاہل پیر سے لاکھ درجہ اچھا ہے "

نواب جان " یہ مولوی فخرالدین کس کے مرید ہیں؟ "

مرزا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ بلکہ خلیفہ ہیں بیعت کی اجازت ملی ہوئی ہے۔ مگر بیعت کرتے نہیں "

نواب جان " جب اجازت ہے تو بیعت کیوں نہیں کرتے "

مرزا " شاہ عبدالعزیز صاحب کی وجہ سے نہیں کرتے "

نواب جان " کیوں۔ شاہ صاحب کیا منع کرتے ہیں؟ "

مرزا " ارے بھائی منع تو نہیں کرتے۔ مگر یہ خود سوا پیر جی سمجھتے ہیں صاحب زادے کی موجودگی میں خود بیعت کرنے بیٹھ جائیں۔ یہ شیخ کے آداب کے خلاف ہے۔ صاحبزادے کی وجہ سے کسی کو بیعت نہیں کرتے۔ جو شخص خواہش ظاہر کرتا ہے تو فرمادیا کرتے ہیں کہ شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ تمہارا حصہ وہیں ہے "

نواب جان۔ "تو ہم بھی مولنا فخر الدین صاحب کا ترجمہ سنا کریں؟"

مرزا۔ "تم سے پابندی نہ ہوگی، تمہارا مکان دور ہے۔"

نواب جان۔ "کیوں؟ تانگہ میں چلا آیا کروں گا۔"

مرزا۔ "تمہارے مکان کے قریب کہیں ترجمہ نہیں ہوتا؟"

نواب جان۔ "سنا ہے املی والی مسجد میں کوئی صاحب بیان کرتے ہیں۔"

مرزا۔ "کون صاحب ہیں؟"

نواب جان۔ "پتہ نہیں کوئی صاحب باہر کے ہیں۔"

مرزا۔ "کہاں کے ہیں؟"

نواب جان۔ "کہیں سہارنپور کے آس پاس کے۔"

مرزا۔ "کچھ لکھے پڑھے ہیں؟"

نواب جان۔ "سنا ہے تاریخی علم اچھا ہے مگر تفسیر اچھی نہیں بیان کرتے۔"

مرزا۔ "تقریر کیسی ہے؟"

نواب جان۔ "خاصی ہے۔ مگر دہلی کی زبان نہیں ہے۔"

مرزا۔ "بھائی صاحب۔ اگر زبان نہیں تو کچھ نہیں۔"

نواب جان۔ "جی ہاں دہلی والوں کو تو آپ جانتے ہیں ذرا کوئی سکمرو بولا اور ان کو نفرت ہوئی۔"

مرزا۔ "جب ہی تو سنا ہے کہ ترجمہ میں چار پانچ آدمیوں سے زائد نہیں ہوتے۔"

نواب جان۔ "اجی باہر والوں نے دہلی کی زبان خراب کردی، سچ تو یہ ہے کہ اب زبان باقی ہی نہیں رہی، صرف قلعہ معلے میں دہلی زبان رہ گئی

ہے وہ چار یا پانچ آدمی کبھی باہر ہی کے بیٹھے رہتے ہیں۔"

مرزا "خیر میاں اللہ کا کلام ہے کہیں سن لیا کرو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا ترجمہ سنتے رہو تو بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ اگر آپ سکو اور تانگہ کا انتظام ہو سکے تو چھتہ میں آجایا کرو۔ ورنہ جہاں موقع ملے تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جایا کرو۔"

نواب جان "خدا کا شکر ہے۔ تانگہ گھر کا ہے۔ کوچوان ملازم ہے جس وقت حکم دوں گا اسی وقت سواری مہیا ہو سکتی ہے۔"

مرزا "بھائی روز کا مشکل ہے کوچوان بھی کبھی جائے گا۔"

نواب جان "خیر گھوڑی پہ چلا آیا کروں گا۔ پالکی میں آجاؤں گا۔ غرض جس طرح ہو گا پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

مرزا "اچھا اللہ میاں توفیق مرحمت فرمائیں۔"

نواں باب

گھاس کا کفن!

نواب جان "میں تو کوشش کروں گا۔ آگے جو خدا کو منظور ہو۔ اچھا یہ تو فرمائیے ترجمہ میں مولانا کیا فرما رہے تھے ؟"

مرزا "ہاں وہ فخر الدین صاحب سود کی برائی بیان کر رہے تھے"

نواب جان "ابھی آپ نے کہا تھا۔ سود کا دینا لینا دونوں ممنوع ہیں"

مرزا "دونوں حرام ہیں"

نواب جان "خیر لینے کو حرام کہیے ان لوں تو دینا کیوں حرام ہے"

مرزا "اگر لینے کو حرام سمجھتے ہو تو دینے کی حرمت میں تو پھر شک ہی نہیں"

نواب جان "دینے لینے میں تو بڑا فرق ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک کیسے ہو گئیں۔ لینے میں حرام چیز اپنے پاس آتی ہے۔ لیکن دینے میں ہمارے پاس نہیں آتی۔ لینے میں ہم مختار ہیں چاہے تو اپنا روپیہ کسی کو قرض نہ دیں، لیکن روپیہ لینا تو مجبوراً پڑتا ہے آخر شریعت نے مجبوری میں کچھ رعایت نہیں کی"

مرزا "لینے کو تو تم بھی حرام کہتے ہو۔ لیکن دینے والا جب دیتا ہے تو دوسرے شخص کی حرام میں امداد کرتا ہے۔ خدا نے گناہ کی اعانت کو بھی حرام کیا ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ پس جب تم دیتے ہو تو سود خوار کی امداد کرتے ہو۔ اور گنہگار کے گناہ میں امداد کرنا بھی حرام ہے۔ لہذا دینا بھی حرام ہے۔ اب رہا مجبوری کا معاملہ تو شریعت نے کسی کام میں آپ کو ایسا مجبور نہیں کیا جو بدون روپیہ کے نہ چلتا ہو اگر آپ کو کوئی مجبوری ہوتی ہے تو دنیاوی امور میں ہوتی ہے پھر دنیا کے فضول مراسم میں شریعت آپ کی کیوں رعایت کرے۔ ناجائز اور خلاف شریعت

فعل بھی کرو اور پھر شریعت تمہاری رعایت بھی کرے۔"

نواب جان "بعض کام شریعت کے بھی ایسے ہیں جو بدون روپے کے نہیں چل سکتے۔"

مرزا "بھلا بتاؤ نماز پڑھنے میں روپیہ خرچ ہوتا ہے؟"

نواب جان "نہیں۔"

مرزا "روزے میں روپیہ خرچ ہوتا ہے؟"

نواب جان "نہیں۔"

مرزا "چلو چھٹی ہوئی۔ زکوٰۃ اور حج غریبوں پر ہے ہی نہیں۔"

نواب جان "ابھی کیسی چھٹی کیا اور کام شریعت کے نہیں ہیں۔"

مرزا "بتاؤ وہ کام کون سے ہیں۔"

نواب جان "فرض کرو نکاح بیاہ۔"

مرزا "نکاح میں کیا خرچ ہوتا ہے۔"

نواب جان "کچھ خرچ نہیں ہوتا؟ دولھا کا جوڑا، دلہن کا جوڑا، چوتھی اور ریت کا جوڑا، پینڈیاں، بری کے نقل، پھوڑے کا کھانا، ولیمہ کی دعوت چوتھی اور چار چالے، غرض بیٹا بیٹی کے سینکڑوں قصے ہیں۔ اب آپ کا وقت بھی چلا آتا ہے، خدا خیر رکھے ننھی بڑی ہو جائے اسوقت آپکو بھی سب کچھ معلوم ہو جائیگا کہ کسقدر خرچ ہوتا ہے۔"

مرزا "میاں نواب جان مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ ایک سمجھدار آدمی ہو کر ایسی باتیں کرو گے، ابھی تم سے کہہ چکا ہوں کہ ان مضحکہ خیز مراسم کو بھائی اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ تمام رسمیں ہندوؤں کی ہیں، مسلمان بھی بدقسمتی سے ان میں مبتلا ہو گئے ہیں ورنہ کہاں اسلام اور کہاں یہ مہمل باتیں، ایک ولیمہ کی دعوت بیشک سنت ہے، تو وہ بھی اگر کسی کے پاس نہ ہو تو ضروری نہیں ہے، اگر خدا نے مقدرت دی ہے تو کرو۔ ورنہ نہیں۔

حضورؐ کی ازواج مطہرات کا ولیمہ تو جو کے ستوؤں پر ہوا کرتا تھا حضرت زینبؓ کا ولیمہ بہت بڑھیا سمجھا جاتا ہے۔ جس میں اتفاق سے ایک بکری ذبح ہوئی تھی۔ یہ ولیمہ کی حقیقت ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ ہمارے ہاتھوں کی مصیبت ہے۔ مسلمان کرتے ہیں اور اسلام بدنام ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں اسلامی ہیں۔ رہا میرا معاملہ تو بھائی اللہ بڑے بول کا سر نیچا رکھے اگر تمہاری بہن نے مجھ کو پریشان نہ کیا تو انشاءاللہ بچی کا نکاح سنت کے موافق کروں گا۔ اول تو اس کی زندگی کے لالے ہیں، دس بچوں میں یہ صرف صفیہ بچی ہے، وہ بھی شاہ صاحب کی دعا کا اثر ہے۔ انہوں نے گنڈا دیا، تعویذ دیئے، تو خدا نے یہ صورت دکھائی ہے۔ وہ بھی آئے دن بیمار رہتی ہے۔"

نواب جان "اچھا بھائی جان سارے قصے اڑا دو۔ اول تو مسلمان رسموں کو چھوڑتے نہیں معلوم ہوتے اور اگر بڑی کوششوں سے چھوڑ بھی دیا تب بھی ایسے موقع پر گود پیٹ تو جمع کرنا پڑتا ہے۔ لڑکی بالیاں تو مانیوں کے دن سے آجاتی ہیں۔ ان کے کھانے کا خرچ ہے۔ پان چھالیاں ہیں۔ کچھ نہ کرو ایک چالا تو کرنا ہی چاہیئے۔ اگر کچھ نہ کرو تو بیٹی پر ساری عمر طعنے پڑتے ہیں، سہرہ نہ ہو، کنگنا نہ ہو۔ گانا باجا بھی اڑا دو۔ تو بھی گھوڑا تو ہو، پالکی تو ہو، بہنوں کا نیگ ہو، جوتی چھپوائی کا نیگ ہو۔ قاضی کو ایک اشرفی ہو۔ دولھا کی سلامی ہو، دلہن کی سلامی میں روپیہ بڑھایا جائے، شربت پلوائی کا نیگ ہو۔ اس معمولی چٹ پٹ میں بھی کچھ نہ ہو تو پانچ سو روپیہ چاہیئے۔ اب نکاح بھی اسلام کا حکم ہے یا نہیں؟"

مرزا "میاں تم تو جاہلوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ کہہ رہا ہوں کہ اسلام کو ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں پھر تم نے دس پانچ رسمیں گنوا دیں، کیسا گھوڑا، کیسی پالکی کیسی جوتی چھپوائی۔ کیسا نیگ، سلامی کیسی، یہ سب واہیات اور فضول باتیں ہیں۔ اسلام کا نکاح تو بالکل سادہ ہے، ایک دلہن، دوسرا دولہا۔ دو گواہ۔ دولہا دلہن کا ایجاب و قبول دو مسلمانوں کے سامنے۔ یہی نکاح ہے۔ قاضی نہ ہو نہ سہی

کو دیپیٹ کو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس تحقیر کا کو چاہے جتنا بڑھالو وہ تمہارا اپنا کام ہوگا۔ اسلام سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کی بنا پر آپ کہتے ہیں کہ مسلمان سود دینے پر مجبور ہیں، ان لغو باتوں پر آپ شریعت مقدسہ سے رعایت چاہتے ہیں۔"

نواب جان "اچھا صاحب جانے دیجئے۔ مردے کی بابت آپ کیا کہتے ہیں؟"

مرزا "مردہ کیسا؟"

نواب جان "پھول وہ جو دوسرے دن ہوا کرتے ہیں۔ کھانا پکایا جاتا ہے لوگوں کی دعوت ہوتی ہے۔"

مرزا "استغفر اللہ۔ میاں یہ پھول تو ہندوؤں کا لفظ ہے۔ چتا کی ہڈیوں کو پھول کہتے ہیں۔ ہندو دوسرے یا تیسرے دن اپنے مردے کی ہڈیوں کو دریا میں بہاتے ہیں۔ ان کو پھول کہتے ہیں۔ بھلا مسلمانوں کو اس سے کیا تعلق۔ میں یہی تو کہتا ہوں کہ ہندوؤں کی رسمیں مسلمانوں کے گھروں میں گھس گئی ہیں یہ اسلام کی باتیں نہیں ہیں۔ اگر خدا توفیق دے تو کھانا پکا کر غربا کو کھلا دے اور اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچا دے بس شریعت کا اتنا حکم ہے۔ باقی باتیں سب جہلا کی ایجاد ہیں۔"

نواب جان "تو کیا آپ کی شریعت میں یہ حکم ہے کہ مردے کو اوندھا ڈالو مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔"

مرزا "میں تو یہ نہیں کہتا کہ مر گئے مردود۔ اگر ہو تو ایصال ثواب کر دو، باقی بڑی روٹی چھوٹی روٹی حاضری واضری کیا بلا ہے۔"

نواب جان "کنبے رشتہ والوں کو زہر دے دو۔"

مرزا "یہ کنبے رشتہ والوں کا کیا موقع ہے۔ گھر میں موت ہوئی اور کنبے والوں کو کھلاؤ۔ اس سے مردہ سیدھا ہوتا ہے۔ کنبے والوں کو کھلانے سے مردے کو

رتی بھر بھی ثواب نہیں ملتا۔"

نواب جان "اچھا عرفہ کی فاتحہ جب تک نہ ہو مردہ کی روح مردوں میں نہیں ملتی۔ یہ تو شریعت کا حکم ہے۔"

مرزا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ عرفہ کی فاتحہ اگر نہ ہو تو مردے کی روح کہاں رہتی ہے۔"

نواب جان "سنا ہے مُردوں کی روح سے الگ رہتی ہے۔"

مرزا "عرفہ کی فاتحہ کب ہوتی ہے؟"

نواب جان "شب برات سے ایک دن پہلے۔"

مرزا "کیا جب تک روح بھٹکتی پھرتی ہے۔ فرض کرو ایک شخص ۱۵ شعبان کو مر گیا۔ تو عرفہ کی فاتحہ آئندہ سال ۱۳ شعبان کو ہو گی، تو اس عرصہ میں روح کہاں رہے گی۔"

نواب جان "صاحب کی کوئی جگہ ہو گی وہاں روک اجاتی ہو گی۔ اب مسئلہ کی بات ہے مجھے کیا خبر ہے۔"

مرزا "ارے میاں یہ لغو باتیں ہیں۔ توبہ کرو۔"

نواب جان "کیوں جی۔ اگر کوئی مالدار شخص مرے تو بھی اس کے روپیہ سے یہ کام نہ کیا جائے۔"

مرزا "کیا کام؟"

نواب جان "یہی کھانا دانا۔ پھول فاتحہ۔"

مرزا "پھول فاتحہ کا تو تم میرے سامنے نام ہی نہ لو۔ میرے آگ لگ جاتی ہے۔ تم ہندوؤں کا لفظ کیوں بولتے ہو۔ سیدھی بات کہو ایصال ثواب کے لئے غربا کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں۔"

نواب جان ”اچھا ایصال ثواب“

مرزا ”ہاں کر سکتے ہیں۔ اگر سب ورثا راضی ہوں اور وارثوں میں کوئی یتیم نہ ہو۔“

نواب جان ”اور اگر یتیم کی بلا اجازت ترکہ میں سے کھانا پکوا لیا جائے؟“

مرزا ”تو اس کھانے کو کھانا حرام ہے“

نواب جان ”حرام؟“

مرزا ”جی ہاں حرام۔ قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا۔

نواب جان ”اس آیت کا کیا مطلب ہے؟“

مرزا ”مطلب یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں“

نواب جان ”اگر بالغ وارث بھی سب کے سب راضی نہ ہوں“

مرزا ”تو ان کا حصّہ بھی ترکہ میں خرچ نہیں کر سکتے“

نواب جان ”تو کیا دم نکلتے ہی سب مال وارثوں کا ہو جاتا ہے“

مرزا ”ہاں تجہیز و تکفین کے بعد اگر مردے پر قرضہ نہ ہو اور کوئی وصیت نہ ہو تو تمام وارثوں کا ہے“

نواب جان ”اچھا صاحب فرض کرو ایک شخص کی والدہ کا انتقال ہوتا ہے۔ اور والدہ مفلس ہے۔ بیٹے کے پاس بھی روپیہ نہیں ہے، بلا سود کے کوئی قرض نہیں دیتا۔ تو اب کیا کرے۔ دیکھوں۔ اب آپ کی شریعت کیا کہتی ہے“

مرزا ”میں تو سمجھتا تھا کوئی سمجھ کی بات پوچھو گے، تم نے شریعت کو کیا سمجھا ہے۔ یہ کوئی انسانی قانون ہے جو عاجز ہو جائیگا۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جنگل کی گھاس اور پتے اپنی ماں پر ڈال دے۔ اور اس کو دفن کر دے۔ یا جو کپڑے پہن کر مری ہے

ان کو دھو کر کفن دیدے۔"

نواب جان "گھاس کا بھی کفن ہوتا ہے؟"

مرزا "جی ہاں ہوتا ہے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء رض کے پاؤں پر غزوۂ احد میں گھاس ڈالی گئی تھی یا نہیں جب حضرت کے چچا کو گھاس کا کفن دیا جا سکتا ہے تو پھر آپ کو سود دینے کی کیا خوشی ہے۔"

نواب جان "غرض آپ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان سود نہ دیں۔"

مرزا "بھائی میرا مطلب کیا ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ؐ نے حرام کر دیا ہے۔ اگر آج مسلمان سود دینا چھوڑ دیں تو ہندوستان میں ان کی حالت درست ہوئی جاتی ہے۔"

نواب جان "میں تو کہتا ہوں دینا بند کر دیں اور لینا شروع کر دیں، تو مسلمانوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔"

مرزا "میاں توبہ کرو۔ لینا تو مسلمانوں کو راس ہی نہیں۔ تم دینا ہی بند کر دو اور پھر دیکھو مسلم قوم کی حالت کیا سے کیا ہو جاتی ہے۔ غضب خدا کا مسلمان کروڑوں روپیہ سود کا ہندوؤں کو دے رہے ہیں۔ جس قوم کی جیب سے کروڑوں روپیہ نکل کر دوسروں کے پاس چلا جائے۔ وہ قوم دنیا میں کس طرح زندہ رہ سکتی ہے۔"

نواب جان "خیر بھائی جان آپ کچھ بھی کہئے، میں اس کو مانتا ہوں کہ سود کا دینا بالکل بند کر دینا چاہئے۔ لیکن ایک طرف بند کریں اور دوسری طرف لینا شروع کریں تو کچھ نفع کی امید ہو سکتی ہے۔"

مرزا "اس دوسرے حصہ میں میں آپ سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ ابھی تم تو ہی کہا تھا کہ لینے کو میں حرام مانتا ہوں، اسی حرام پر گھڑی گھڑی زور دے رہے ہو۔"

نواب جان "بھائی جان میں نے جو کچھ کہا تھا وہ علی سبیل التنزل تھا۔ کہ اگر

لینے کو میں حرام بھی مان لوں تو دنیا تو حرام نہیں ہے۔ میں نے تو یہ اس لئے کہا تھا کہ دینے کی حرمت سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ لینے کے متعلق ہے اور میں یہ بھی کہہ دوں کہ میں کسی حرام کو حلال بنانا نہیں چاہتا۔ جو حلال ہے وہ حلال ہے۔ اور جو حرام ہے وہ حرام ہے۔ میں تو اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔"

مرزا "اگر معلومات میں اضافہ کرنا ہے تو معاذ اللہ کیا اس کا یہ طریقہ ہے؟"

نواب جان "اور طریقہ کیا ہوتا ہے؟"

مرزا "بھائی حرام کو حرام کہو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھو اور پھر دریافت کرو کہ لینے میں کیا خرابی ہے۔ تب کوئی معقول جواب دیا جا سکے۔"

نواب جان "بھائی جان بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ سود کا دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔ لیکن جس طرح دینے کا نقصان ظاہر ہے اس طرح لینے کا نقصان اور خرابی صاف اور کھلی ہوئی نہیں ہے۔"

مرزا "کیا حرمت کی دلیل کمزور ہے؟"

نواب جان "حرمت کی دلیل کمزور نہیں ہے۔"

مرزا "پھر کیا ہے؟"

نواب جان "حرمت کی مصلحت میری عقل میں نہیں آتی۔"

مرزا "کیا آپ کی عقل جملہ احکام کی مصالح کے لئے کافی ہے؟"

نواب جان "میں یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ لیکن کم از کم عقل رکھتا ہوں۔"

مرزا "تو کم از کم عقل تو کافی نہیں ہو سکتی۔"

نواب جان "تو کیا خدا کے احکام عقل سے بالاتر ہیں؟"

مرزا "اگر خدا عقل سے بالاتر ہے تو اس کے احکام بھی بالاتر ہونے چاہئیں۔"

نواب جان "جو احکام ہمارے ساتھ متعلق ہیں اگر وہی ہماری عقل سے

بالاتر ہیں تو انہیں کون سمجھے گا اور کون ایمان لائے گا؟"

مرزا:- "میں یہ نہیں کہتا کہ اسلام کے جملہ احکام عقل میں آ ہی نہیں سکتے اور اس کے تو آپ بھی قائل ہیں کہ کم از کم عقل تمام امور کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

نواب جان:- "تو کیا بعض احکام ایسے بھی ہیں جن کو عقل انسان قبول کر سکتے ہے؟"

مرزا:- "بیشک میرا مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ انسانی عقول برابر نہیں ہیں اگر فرض کرو ایک حکم کی مصلحت آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حکم ایسا نامعقول ہے (معاذ اللہ) کہ کسی انسان کی عقل بھی اس کو قبول نہ کرے گی بلکہ اللہ رب العزت کے احکام تو تمام درست اور صحیح ہیں۔ لیکن انسانی عقول اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کے باعث ان احکام کی خوبیوں کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔"

نواب جان:- "اگر کسی شئے کو میری عقل پسند نہ کرے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز غلط ہے۔ لیکن خدا کا حکم ہے کہ اس شئے کو پورا کرو اور اس کو انجام دو تو اب آپ بتائیے میرا فرض کیا ہے؟"

مرزا:- "اگر آپ نزدیک وہ خدا کا حکم ہے اور آپ کو یقین ہے کہ یہ حکم خدا اور اس کے رسول کا ہے تو ایسی حالت میں کیا بتاؤں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ آپ کا کیا فرض ہونا چاہیئے؟"

دسواں باب

قومیت فنا ہونے والی ہے!

نواب جان "انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ مجھے اپنی عقل کی پیروی کرنی چاہیئے"

مرزا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ خدا کے حکم کا یقین کرنے کے بعد بھی عقل کی پیروی کرنی چاہیئے۔ ذرا اتنا تو غور کرو کہ حکم دینے والا خدا ہے اور تمہاری سمجھ یقیناً ناقص ہے۔ یعنی تم ہر طرح خدا سے کم ہو اور پھر یہ کہتے ہو کہ مجھے عقل کی پیروی کرنی چاہیئے"

نواب جان "نہیں بھائی جان میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کے احکام کے مقابلہ میں عقل کی پیروی کی جائے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اسلامی احکام عقل کے مطابق ہونے چاہیئں"

مرزا "میں بھی کہتا ہوں کہ عقل کے مطابق ہونے چاہیئں لیکن عقل کسکی؟ میری تمہاری۔ اگر ہر حکم ہر عقل کے مطابق ہو تو دنیا میں ایک بھی کافر باقی نہ رہے یہ تمام کفار مسلمان نہ ہو جائیں"

نواب جان "میں اپنی عقل کی کمزوری کا اعتراف کر چکا ہوں لیکن اگر اتنے فائدہ کی چیز میں اگر کوئی نقصان پوشیدہ ہو تو اسے معلوم کرنا چاہتا ہوں"

مرزا "جو قومیں سود خوار ہیں ان کی قساوت اور بیرحمی دیکھ لو سود خوار کے دل میں ہمدردی باقی نہیں رہتی"

نواب جان "اس میں شک نہیں کہ سود خوار کا دل سخت ہو جاتا ہے لیکن ایک طرف قلب کی قساوت ہے اور دوسری طرف دولت ہے۔ اگر ہم نے

ان باتوں کا خیال کیا تو ہندو دولت میں مسلمانوں سے آگے نکل جائیں گے۔"

مرزا "اس وقت آگے نکلنے کا سوال نہیں ہے تم ہندوؤں کا مقابلہ ہر بات میں نہیں کر سکتے کیا ایک قانون کا پابند کسی باغی کے برابر ہو سکتا ہے۔ ایک دوکاندار سال بھر میں بھی دس ہزار نہیں پیدا کر سکتا۔ لیکن چور اور ڈاکو ایک رات میں ڈاکہ ڈال کر دس ہزار کی رقم مار لاتا ہے۔ کہاں ایک مسلمان خدا اور رسول کے قانون کا پابند اور کہاں ایک کافر جو ہر قانون سے آزاد ہے وہ سود کھا سکتا ہے۔ سور کا گوشت بیچ سکتا ہے۔ مردار کی چربی گھی میں ملا سکتا ہے وہ یہ تمام کام کر سکتا ہے لیکن ایک مسلمان ان میں سے ایک کام بھی نہیں کر سکتا ہے، تو تم کافروں کا مقابلہ کہاں تک کر سکتے ہو۔ اس وقت اس سے بحث نہیں ہے کہ ہندو کیا کرتے ہیں، یا عیسائی کیا کرتے ہیں، سوال تو اس وقت یہ ہے کہ مسلم قومیت فنا ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کی حالت دن بدن خراب ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہمیں صرف ان باتوں پر غور کرنا ہے جو مسلمانوں کو ان نقصانات سے محفوظ کر دیں، مسلمان دنیا میں مسلمان رہکر زندگی بسر کر سکیں۔ ہم نے ہندو بنکر یا لامذہب بن کر کوئی دنیاوی ترقی کی تو وہ حقیقی ترقی نہیں ہے۔"

مرزا "کون سا مذہب؟"

نواب جان "ہر مذہب"

مرزا "کیا اسلام بھی؟"

نواب جان "ہاں اسلام بھی۔"

مرزا "استغفر اللہ۔ اسلام کونسی بات میں مانع ہے۔"

نواب جان "ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ شراب کی تجارت اور سور کی تجارت وغیرہ کی مذہب میں ممانعت ہے۔"

مرزا ”تو کیا کسی مذہب میں انسان بالکل مطلق العنان ہو سکتا ہے؟“

نواب جان ”ہاں۔ لامذہب ہو جائیے“

مرزا ”کیا لامذہب مذہب نہیں ہے؟“

نواب جان ”ہائیں۔ وہ تو لامذہبیت ہے۔ وہ کیسا مذہب“

مرزا ”جی ہاں۔ یہی تو آپ کو خبر نہیں۔ لامذہب بھی ایک مذہب ہے“

نواب جان ”مگر وہ ایسا مذہب ہے جس میں کوئی روک ٹوک نہیں“

مرزا ”کیوں روک ٹوک کیوں نہیں۔ کیا لامذہب ہو کر کسی دوسرے شخص کی بیوی یا بیٹی پر قبضہ کر سکتے ہو؟ یا اپنے گھر والوں کو زنا پر مجبور کر سکتے ہو؟ کسی آزاد مرد و عورت کو فروخت کر سکتے ہو؟ کسی بے گناہ کو قتل کر سکتے ہو؟ کیا لامذہب ہو کر لواطت اور جوئے کو جائز سمجھ سکتے ہو؟“

نواب جان ”لامذہب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اخلاقاً جو باتیں بری ہیں وہ بھی کرنی شروع کر دیں“

مرزا ”جب تمہارا مذہب ہی کچھ نہیں تو پھر بلا روک ٹوک جو چاہو کرنے لگو“

نواب جان ”اخلاق کا پاس تو ہر حال میں کرنا ہوگا“

مرزا ”میاں جب مذہب نہیں تو اخلاق کس کا؟“

نواب جان ”آپ تو جانتے نہیں سوسائٹی کا ایک اخلاق ہوتا ہے۔ اسکی پابندی تو ہر حال میں کرنی ہوگی“

مرزا ”سوسائٹی کے اخلاق کی رعایت تو کرو گے۔ لیکن مذہبی اخلاق سے انکار ہے۔ مذہب آخر کس چیز کا نام ہے۔ چند انسان جس بات کو برا کہیں وہ تمہارے نزدیک بھی بری ہے۔ لیکن خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر جس چیز کو برا کہیں اسکی برائی تمہارے لئے ناقابل برداشت ہو“

نواب جان ”مذہب اکثر باتوں کو منع کرتا ہے“

مرزا "تمہاری سوسائٹی بھی تو اکثر باتوں کو منع کرتی ہے"

نواب جان "بھائی جان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ سوسائٹی تو صرف ان باتوں کو منع کرتی ہے جس کا اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ لیکن مذہب تو ہر ایک بات سے روکتا ہے خواہ وہ اچھی ہو یا بری"

مرزا "میں ہر مذہب کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اس وقت بحث صرف اسلام پر ہے۔ میں پوچھتا ہوں بتاؤ اسلام کون سی اچھی بات کو منع کرتا ہے۔ کیا شراب کا پینا اچھی چیز ہے؟"

نواب جان "نہیں"

مرزا "زناکاری اچھی چیز ہے؟"

نواب جان "نہیں"

مرزا "لواطت اور جوا اچھی چیز ہے؟"

نواب جان "نہیں"

مرزا "چوری اور قتل اچھی چیز ہے؟"

نواب جان "نہیں"

مرزا "جب اسلام کی ممنوعات سب بری چیزیں ہیں تو آخر وہ کونسی بات ہے جسے اسلام منع کرتا ہے"

نواب جان "سود"

گیارہواں باب

غریب کی ہمدردی

مرزا۔ "بس تمہیں تو ایک سود چھوٹ گیا۔ بتاؤ سود میں کیا اچھی بات ہے؟"

نواب جان۔ "ایک نفع کی چیز ہے"

مرزا۔ "لیکن ایک غریب سے پوچھو، ہزار آدمیوں کا مال سمٹ کر ایک کے پاس چلا جائے یہ اچھی چیز ہے۔ تم بڑی مساوات کے مدعی ہو۔ اس مسئلہ میں تمہاری مساوات کہاں چلی گئی تم دیکھ رہے ہو کیا اس سود نے لاکھوں انسانوں کو مفلس کر دیا۔ چند سرمایہ داروں کی خاطر لاکھوں انسانوں کو جو چیز مفلس اور غریب بنا دے وہ اچھی چیز ہو سکتی ہے؟"

نواب جان۔ "تو کیا ہمارا روپیہ مفت کا ہے کہ ہم کسی کو دیدیں اور نفع بھی نہ لیں"

مرزا۔ "انسانیت تو اسی کا نام ہے کہ کسی ضرورتمند کی حاجت پوری کر دو اور اپنی اصل واپس لے لو"

نواب جان۔ "بس اصل لے لیں اور روپیہ کا کرایہ نہ لیں"

مرزا۔ "اور بہت سی چیزیں کرایہ پہ دیجا سکتی ہیں لیکن روپیہ ضرورت کی چیز ہے اس میں شریعت نے کرایہ کو حرام کر دیا ہے اور یہ شریعت کا انتہائی انصاف اور غربا پروری ہے ایک طرف، اس مسئلہ میں حاجت مند کی حاجت کی رعایت کی گئی ہے اور دوسری طرف امرا کو ایثار اور ہمدردی کی تعلیم دی گئی ہے"

نواب جان۔ "آخر اور چیزوں میں بھی شریعت نے کرایہ کی اجازت دی ہے پھر روپیہ کے کرایہ میں کیا فرق ہے؟"

مرزا۔ "اگر دونوں میں فرق نکل آئے تو سود کی حرمت کو مان جاؤ گے"

نواب جان۔ "ہاں مان جاؤں گا۔ لیکن میرا مطلب سمجھ لیجئے۔ مکان کرایہ پر دیتے ہیں۔ دوکان کرایہ پر دیتے ہیں برتن کرایہ آتے ہیں۔ دری، چاندنی، شامیانے

کرایہ پر ملتے ہیں۔ یہ سب تو جائز۔ لیکن روپیہ کرایہ پر لو تو نا جائز ہے"

مرزا "ہاں ہاں میں سمجھ گیا۔ اسی کا جواب دیتا ہوں۔ مکان کا کرایہ لیتے ہو اس کو استعمال کرتے ہو تو مکان باقی رہتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے؟"

نواب جان "باقی رہتا ہے"

مرزا "برتن، دری، چاندنی، شامیانے۔ استعمال کرتے ہو تو یہ چیزیں باقی رہتی ہیں یا فنا ہو جاتی ہیں"

نواب جان "باقی رہتی ہیں۔ یہ اشیاء واپس کر دی جاتی ہیں اور کرایہ کے دام ساتھ دیدیئے جاتے ہیں"

مرزا "اچھا بتاؤ۔ جب روپیہ استعمال کرتے ہو تو وہ باقی رہتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے"

نواب جان "وہ کیسے باقی رہ سکتا ہے وہ تو بغیر خرچ کئے استعمال ہی نہیں ہو سکتا"

مرزا "تو معلوم ہوا کہ روپیہ میں اور مکان وغیرہ میں فرق ہے مکان قائم رہتا ہے صرف اس کے استعمال کا کرایہ دیتے ہو۔ لیکن روپیہ باقی نہیں رہتا۔ بلکہ استعمال کیساتھ ہی خرچ ہو جاتا ہے۔ چونکہ دونوں میں فرق ہے اس لئے شریعت کے نزدیک بھی دونوں کے حکم میں فرق ہے۔ جو چیز باقی رہتے ہوئے کام میں آئے اس پر کرایہ لینا جائز ہے"

نواب جان "یہ فرق صاف اور بالکل واضح ہے۔ مجھے اس پر کوئی شبہ باقی نہیں رہا لیکن بھائی جان آپ معاف فرمائیں تو ایک بات اور عرض کروں"

مرزا "بلا تکلف فرمائیے"

نواب جان "ایک فقط معمولی سی ہمدردی کی خاطر شریعت نے اتنی بڑے نفع کی چیز کو حرام کر دیا"

مرزا "ایک غریب کی ہمدردی کو تم معمولی چیز سمجھتے ہو شریعت نے سود حرام کر کے ہزاروں غریبوں کو فائدہ پہنچا دیا۔ تم اسے معمولی کہتے ہو۔ دیکھو ہندو ایک سود خوار قوم ہے

لیکن جب بازار میں ایک ہندو دکاندار کو نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے تو یہ سود خوار قوم بھی اسکو بچانے کیلئے بلا سودی قرضہ دیتی ہے۔ تاکہ اسکی حالت درست ہو جائے جب سود خوار سرمایہ دار بھی اپنے غریبوں کی پرورش سود معاف کر کے کرتے ہیں تو اگر مالداروں کو یہ حکم دیا کہ غریبوں کی امداد بدوں سود کے کر دیا کرو اور اصلی روپیہ واپس لے لیا کرو تاکہ ایک غریب تباہ ہونے سے بچ جائے تو اسلام نے کونسا ظلم کیا۔ دوسری قومیں اقتصادی حیثیت سے جو کچھ کرتی ہیں اسلام نے اسکو مذہب میں داخل کر دیا اب رہا نفع کا معاملہ تو میں پوچھتا ہوں کہ آجکل سود کا نرخ کیا ہے؟‘‘

نواب جان: ’’ابا نے پانچ آنے سینکڑہ پر اپنی جائداد رکھی ہے۔‘‘

مرزا: ’’سو روپیہ پر ایک مہینہ میں پانچ آنے یہ کوئی بڑا نفع ہے۔ اور یہ تو جب ہے کہ جب مسلمان سود نہیں کھاتے۔ اگر فرض کرو تمہاری رائے پر عمل کیا جائے اور مسلمان بھی اپنا روپیہ سود میں لگا دیں تو پھر سود کا بھاؤ تین آنے رہ جائیگا۔ تو کیا سو روپے کا تین آنے کچھ بڑا نفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز حرام کی ہے وہ تین آنے کا نفع ہے۔ اور جو چیز حلال کی ہے وہ تجارت ہے جسکے نفع کا کوئی اندازہ نہیں۔ پھر تم تھوڑے سے نفع پر جو حرام ہے اتنا اصرار کرتے ہو۔ اور بڑے نفع سے جو حلال ہے آجتک غافل ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔‘‘

نواب جان: ’’بھائی نفع تو قلیل ہے مگر خسارے کا اندیشہ تو نہیں ہے تجارت میں تو نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔‘‘

مرزا: ’’کیوں صاحب سود میں نقصان کا اندیشہ کیوں نہیں ہے؟‘‘

نواب جان: ’’سود میں کیا نقصان ہے۔ وہاں تو نفع ہی نفع ہے۔‘‘

مرزا: ’’یہ نفع کی ایک ہی ہوئی۔ وہاں تو کبھی اصل ہی ڈوب جاتی ہے۔‘‘

نواب جان: ’’ایک شخص نے مکان رہن میں رکھ لیا بتائیے کیا نقصان ہے۔‘‘

مرزا: ’’مکان کو آگ لگ جائے یا مکان منہدم ہو جائے تو مرتہن کو کیا ملے گا۔‘‘

نواب جان: ’’یہ تو اتفاقی چیز ہے۔‘‘

مرزا "تجارت میں کبھی اتفاقی نقصان ہو جاتا ہے۔ یہ سینکڑوں دکاندار بیٹھے ہیں کیا ان کو روز نقصان ہی ہوتا ہے"

نواب جان "اچھا ہم سونے چاندی کا زیور لیکر روپیہ قرض دیں"

مرزا "تم تو بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ زیور کوئی چرا کر لیجائے پھر کیا کرو گی اور رہن کو اپنی گرہ سے دوگے۔ اس قسم کو نفع نقصان تو بھائی سب میں ہیں اگر خدا نے حلال کا ذریعہ بنا دیا ہے تو حرام کا رخ کیوں کرتی ہو"

نواب جان "تجارت میں بھی تو سنا ہے کہ زیادہ نفع نہیں لے سکتے"

مرزا "کون کہتا ہے؟"

نواب جان "سنا ہے روپے کی چیز پر چار آنے سے زائد نہیں لے سکتے"

مرزا "انگار اشاہ کہتے ہوں گے؟ تم روپیہ کی چیز پر دس روپیہ نفع لے سکتے ہو"

نواب جان "اتنا نفع جائز ہے؟"

مرزا "ہاں ہاں جائز ہے"

نواب جان "اچھا یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پیشتر سود کے متعلق کوئی مفصل تشریح نہیں فرمائی"

مرزا "یہ کس نے کہا"

نواب جان "سنا ہے حضرت عمرؓ کا قول ہے"

مرزا "ہاں حضرت عمرؓ نے بیشک فرمایا ہے کہ ربا کے متعلق حضور نے کوئی شافی اور واضح بیان نہیں فرمایا۔ پھر اس سے تمہارا مطلب کیا ہے"

نواب جان "میری غرض تو صرف یہ تھی کہ جب صاحب شریعت نے کوئی واضح بیان نہیں دیا تو ہمارے لئے گنجائش ہے"

مرزا "گنجائش کا کیا مطلب کو حرام کو حلال کر لو"

نواب جان "آخر حضرت عمرؓ کا کیا مطلب ہے"

بارہواں باب

بے وقوف

مرزا "بھائی حضرت عمرؓ کا مطلب تو یہ تھا کہ اگر حضور کچھ زیادہ توضیح فرما دیتے تو اچھا تھا لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ فرمایا وہ غیر کافی ہے۔

یہ انگریزی پڑھے لکھے بھی تو آجکل دہوکہ دیتے ہیں اور جاہل لوگ ان کے کہنے میں آجاتے ہیں۔ معاذاللہ۔ حضرت عمرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جو کچھ سرکار نے فرمایا وہ ناکافی ہے۔ بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ مسئلہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے اور زیادہ توضیح کا محتاج تھا۔ لیکن حضورؐ نے جن باتوں کے متعلق فرما دیا انکیں تو حرمت جاری ہو چکی۔ اور اب انکیں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں"

نواب جان "حضورؐ نے کن باتوں کے متعلق فرمایا ہے؟"

مرزا "وہی چیزیں۔ گیہوں، جو، کھجور، نمک، سونا چاندی۔ ان چیزوں میں برابر سرابر بیع کرنی چاہیئے۔ کمتی بڑھتی اگر کیا جائیگا تو سود ہوگا"

نواب جان "کیا ان چھ چیزوں میں زیادتی کمی نہیں ہو سکتی"

مرزا "نہیں۔ جب ان کی آپس میں بیع کروگے تو برابر کرنا ہوگی"

نواب جان "اگر ایک روپیہ کی چاندی خریدیں تو کتنی ہوگی"

مرزا "جتنا روپیہ کا وزن ہوگا"

نواب جان "بھلا ایسا کون بیوقوف ہوگا جو روپیہ کی تولہ بھر چاندی اور تولہ بھر گیہوں خریدے گا"

مرزا "ارے میاں تم سمجھے نہیں روپے کے بدلے میں اگر چاندی لوگے تو اس کا یہی حکم ہے۔ لیکن اگر سونا لوگے یا گیہوں لوگے تو زیادتی کمی جائز ہے"

نواب جان:- ابھی تو آپ برابر سرابر فرماتے تھے۔"

مرزا:- "جب جنس ایک ہو تب یہ حکم ہے جنس بدل جائے تو حکم بھی بدل جائیگا۔ ایک روپیہ کے من بھر گیہوں لے سکتے ہو اور ایک گنی کی پچاس تولہ چاندی خرید سکتے ہو۔"

نواب جان:- "اچھا اب میں سمجھا۔ پھر تو اگر روپے کے ساتھ پیسے ملا دیں تو چاندی بھی زیادہ خرید سکتے ہو۔"

مرزا:- "بیشک ایک روپیہ کے ساتھ دو آنے کے پیسے ملا دو تو دس تولے چاندی سے بھی زیادہ خرید سکتے ہو۔"

نواب جان:- "اب میں اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ گیا۔ اچھا ایک بات اور بتائیے۔"

مرزا:- "وہ بھی پوچھئے میں کوئی مولوی تو ہوں نہیں۔"

نواب جان:- "ہم زمینداروں کو پیشگی روپیہ دیدیتے ہیں اور ان سے یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ فلاں مہینے میں دو من کے گیہوں اس روپے کے بدلے میں دینے ہونگے ہم لوگ اس کو بدنی کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا ناجائز۔"

مرزا:- "جائز ہے۔"

نواب جان:- "اچھا شریعت اس کو حرام نہیں کہتی اور اگر اسوقت بازار کا بھاؤ ایک من کا ہے۔ تب بھی ہم دو من کا غلہ لے سکتے ہیں۔"

مرزا:- "جی ہاں جب بھی دو من لے سکتے ہو۔"

نواب جان:- "بھائی جان اگر یہ بات ہی تو پھر میں یہی کہتا ہوں کہ اس شریعت کے قربان جائیے۔ ایک سود نہیں ہزار سود بھی حرام ہو جائیں تب بھی مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں۔"

مرزا:- "میاں میں تو کہتا ہوں مسلمان اپنے مذہب سے فائدہ ہی نہیں اٹھاتے ورنہ اسلام نے تو مسلمانوں کیلئے سینکڑوں راستے کھول رکھے ہیں، اللہ کے مذہب میں تنگی نہیں ہے۔ ہم ہی آسانیاں نظر آئینگی اگر مسلمان فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ انکا قصور ہے۔ مذہب اسلام

کا کوئی قصور نہیں۔"

نواب جان "آپ نے مجھے بلایا تھا تجارت کیلئے۔ میں انشاء اللہ تجارت تو اب ضرور کروں گا۔ لیکن ایک بات اور دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

مرزا "چلئے صاحب، وہ بھی دریافت کر لیجئے۔"

شوکت آرا "بس اب کام کی بات کرو نا۔ کہ مسئلے ہی شروع کر دیئے۔"

مرزا "نہیں نہیں ان کو پوچھنے دو۔"

نواب جان "تم بڑا ماتی ہو تو میں نہیں پوچھتا۔"

شوکت آرا "بھائی صبح سے یہی بحث ہو رہی ہے۔ دوپہر آگئی۔ ابھی مطلب کی ایک بات بھی نہیں۔"

نواب جان "اب کیا یہ مطلب کی باتیں نہیں ہیں۔"

شوکت آرا "خدا جانے تم کو تو کن لامذہبوں کی صحبت میسر ہے جو ایسی اوندھی سیدھی باتیں کرتے ہو۔"

نواب جان "یہ اوندھی سیدھی باتیں ہیں۔"

شوکت آرا "اللہ رسول کی باتوں پر تو اعتراض کرنا کوئی اچھی بات ہے۔"

نواب جان "اللہ رسول کی باتوں کو سمجھنا بھی کوئی گناہ ہے۔"

شوکت آرا "بھائی دین کی باتوں پر قیل و قال نہیں کرنا چاہئے، اللہ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

نواب جان "جی ہاں وہ زمانہ گیا۔ اب تو بال کی کھال نکلتی ہے کہ آدمی دیکھا کرے۔"

شوکت آرا "بال کی کھال نکالنے سے آدمی کافر بھی ہو جاتا ہے۔"

نواب جان "میں جہاں رہتا ہوں وہاں کافر ہی کافر رہتے ہیں۔"

شوکت آرا "خدا کی مار کافروں پر۔ تم کافروں میں کیوں رہتے ہو۔"

نواب جان "مدرسہ میں ہندو لڑکے بھی ہوتے ہیں۔ عیسائی بھی ہوتے ہیں وہاں جا کر دیکھو اسلام پر کیسے کیسے اعتراض کئے جاتے ہیں۔"

شوکت آرا" ان مردودوں کو کچھ اپنے مذہب کی بھی خبر ہے۔ یا اسلام ہی پر اعتراض کرنا جانتے ہیں۔"

نواب جان "ان کے مذہب میں کیا خاک رکھا ہے؟"

شوکت آرا" جب انکے مذہب میں کچھ نہیں ہے تو انہیں دوسروں پر اعتراض کرنیکا کیا حق ہے"

نواب جان "چونکہ ان کے مذہب میں کچھ نہیں ہے اسی لئے تو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں تاکہ یہ ثابت کریں کہ اسلام میں بھی کچھ نہیں ہے۔"

شوکت آرا" ان کمبختوں کے ثابت کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا اسلام کو انکے اعتراضوں سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

نواب جان "کبھی مدرسہ میں آکر ان لڑکوں کی باتیں سنو تو تم کو معلوم ہو کہ اسلام پر کیسے کیسے اعتراض کرتے ہیں۔"

شوکت آرا" اعتراض کرنیکو کیا ہے۔ اعتراض تو چاہے جس پر کردو لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اسلام پر واقعی طور پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسلام خدا کا وضع کردہ قانون ہے۔ کیا خدا کی بنائی ہوئی چیز پر بھی کوئی اعتراض ہو سکتا ہے؟"

نواب جان "اے بی تم نہیں جانتیں آج کل تو تعلیم یافتہ طبقے میں سب سے بڑی بحث یہ چھڑی ہوئی ہے کہ مذہب موجودہ ترقی میں مانع ہے، بالخصوص سیاست میں مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔"

شوکت آرا" خیر بھائی ان جھگڑوں کو تو میں جانتی نہیں، لیکن اتنا ضرور کہونگی کہ اسلام میں ہر تہذیب کی گنجائش ہے۔ لیکن کسی فحش تہذیب کو اسلام برداشت نہیں کر سکتا۔ یہی تمہاری سیاست تو اسلام اگر سیاست سے خالی ہو تو بیشک تم سیاست کو علیحدہ کردو۔ لیکن اگر اسلام سیاسی مسائل میں بھی تمہاری رہنمائی کر سکتا ہے تو پھر مذہب کو سیاست سے علیحدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

نواب جان "خیر مجھے تو ایک مسئلہ بھائی جان سے اور حل کرنا ہے تم کہو تو دریافت کرلوں۔"

تیرھواں باب

بینک سے لین دین

شوکت آرا "میں مسئلے کی بات کو منع نہیں کرتی۔ لیکن تم کو اس غرض کیلئے بلایا تھا کہ تم بیکار پھرتے ہو۔ ابا کی بوٹی بوٹی قرضدار ہو چکی ہے۔ اگر کچھ کاروبار شروع کردو تو اللہ برکت دینے والا ہے۔ ورنہ یہ دو چار ٹھیکرے جو رہ گئے ہیں۔ ان کو بھی کھا پی کے بیٹھ جاؤ گے پھر بھیک مانگتے پھرنا۔ بیسیوں خاندان مسلمانوں کے دیکھتے ہی دیکھتے تباہ ہو گئے تم بھی اسی طرح تباہ ہو جاؤ گے۔"

نواب جان "خدا نہ کرے۔ یہ کیوں ہونے لگا۔"

شوکت آرا "جب آمدنی کم ہوگی اور خرچ زیادہ ہوگا تو ایک دن یہی ہوگا کہ دادا پردادا کی ہڈیاں نیلام کرکے کھاؤ گے۔"

نواب جان "تم تو خواہ مخواہ سر ہو جاتی ہو۔ میں تجارت کرنے کو تیار ہوں لیکن بدون روپیہ کے تجارت تو نہیں ہو سکتی۔"

شوکت آرا "روپیہ کا انتظام بھی ہو جائیگا۔ تم اطمینان رکھو۔ لیکن ایک دفعہ ہمت کرکے کام شروع کردو۔"

نواب جان "اچھی بات ہے مسئلہ تو دریافت کر لینے دو۔"

شوکت آرا "اچھا پوچھو اور کیا پوچھتے ہو۔"

نواب جان "بھائی جان! صرف اتنا اور بتا دیجئے کہ دارالحرب میں سود کا کیا حکم ہے؟"

مرزا "دارالحرب میں حربیوں سے سود لے سکتے ہیں۔"

نواب جان "کیوں دارالحرب میں حرام کیوں نہیں ہے؟"

مرزا "دارالحرب اور دارالاسلام کے احکام میں فرق ہے۔"

نواب جان " جب ساری دنیا کیلئے شریعت ایک ہے تو دار الحرب میں کیا فرق ہے"

مرزا " بھائی شریعت تو ایک ہے۔ لیکن ہر جگہ کے لئے جداگانہ احکام ہیں"

نواب جان " آخر کوئی وجہ تو ہوگی جو دار الحرب میں سود حلال کر دیا"

مرزا " سود حلال نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دار الحرب میں جسکو سود کہتے ہیں وہ سود ہی نہیں ہوتا"

نواب جان " کیا سود کی تعریف بدل جاتی ہے"

مرزا " نہیں سود کی تعریف وہاں صادق ہی نہیں آتی"

نواب جان " سود کی تعریف کیا ہے"

مرزا " بدون کسی عوض کے غیر کا مال معصوم لے لینا"

نواب جان " مال معصوم کا کیا مطلب"

مرزا " مال معصوم سے مراد وہ مال ہے جو کسی کی ملک ہو اور اس پر بلا وجہ قبضہ کرنا جائز نہ ہو"

نواب جان۔ تو کیا حربیوں کا مال معصوم نہیں ہے"

مرزا " نہیں۔ جب ہی تو سود کی تعریف صادق نہیں آتی"

نواب جان " تو کیا ہر طرح سے حربیوں کا مال چھینا جا سکتا ہے"

مرزا " دھوکہ دیکر نہیں۔ بلکہ ان کی خوشی اور رضامندی سے لیا جا سکتا ہے"

نواب جان " خوشی سے کون دیدے گا"

مرزا " سود کا معاملہ ہی ایسا ہے کہ اس میں کافر اپنی خوشی سے دیتا ہے"

نواب جان " کیوں جی اپنی بیوی سے بھی سود لے سکتا ہے؟"

مرزا " نہیں"

نواب جان " کیوں؟"

مرزا " غیر کا مال ہے"

نواب جان " اچھا اپنے غلام سے لے سکتا ہے؟"

Scanned by CamScanner

مرزا "ہاں۔ لے سکتا ہے۔"

نواب جان "دارالحرب میں یا دارالاسلام میں بھی؟"

مرزا "نہیں۔ غلام سے دارالاسلام میں بھی لے سکتا ہے۔"

نواب جان "کیوں غلام سے کیوں جائز ہے؟"

مرزا "وہاں غیر کی ملک نہیں۔ اسلئے سود کی تعریف صادق نہیں آتی۔"

نواب جان "دارالحرب کی تعریف کیا ہے۔"

مرزا "اب تو تم بال کی کھال نکالے چلے جاتے ہو۔ یہ مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ میں اسکا جواب نہیں دے سکتا۔"

نواب جان "پھر کون جواب دے گا؟"

مرزا "اگر تم کو یہ باتیں ضرور دریافت کرنی ہیں تو مولٰنا فخرالدین صاحب کی خدمت میں چلے چلو اور ان سے تمام باتیں حل کرلو۔"

نواب جان "میں چاہتا ہوں کہ تجارت شروع کرنے سے پہلے ان تمام باتوں کو صاف کرلوں تاکہ تجارت میں کوئی غیر شرعی بات پیش نہ آجائے۔ اور میں خواہ مخواہ گناہ میں مبتلا ہو جاؤں جب میں تجارت شروع کرونگا تو یہ تمام باتیں پیش آئیں گی بینک سے لین دین بھی ہوگا۔ ہنڈی پرچہ بھی ہوگا۔ پھر اگر کوئی جائز ناجائز بات بھی نکلی تو مفت میں پریشانی ہوگی۔ اس وقت لالچ دامن گیر ہوگا اور حرام و حلال میں میرے لئے تمیز مشکل ہوگی۔"

مرزا "بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں تو خود یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں اطمینان ہو جائے اور پھر دیکھو کہ شرعی تجارت میں بھی تم لاکھوں روپیہ کما سکتے ہو یا نہیں۔"

نواب جان "اچھا تو پھر مولوی فخرالدین صاحب سے کب ملاقات ہوگی؟"

مرزا "میرا خیال یہ ہے کہ میں ایک دن مولٰنا کو مکان پر تکلیف دوں۔ اور بھی چند احباب کو مدعو کرلوں۔ آپ بڑے نواب کو بھی لے آئیں قلعہ سے مرزا فخرو کو بلالیں پھر

تمام مسائل پر گفتگو ہو جائے اور جو تجارت تم کر دی جا ہو اس کا افتتاح بھی مولانا کے ہاتھ سے ہو جائے گی۔"

نواب جان "ہاں یہ اچھی بات ہے۔ جو دن کام کے شروع کرنے کا ہوگا اسی دن مولانا کو بلا کر دکان کا افتتاح مولانا سے کرائیں گے۔ اچھا تو یہ اجتماع کس دن ہوگا؟"

مرزا "جمعہ کا دن رکھو۔"

نواب جان "کس وقت؟"

مرزا "عصر کی نماز کے بعد سے عشاء کے وقت تک۔ کھانا بھی یہیں کھا لینا۔"

نواب جان "خیر۔ کھانا تو وہاں بھی آپ ہی کا ہے۔"

مرزا "نہیں کیا مضائقہ ہے۔ نواب چلنے کے بعد گھر پہنچ گے۔ کھانیکا وقت کہاں رہے گا۔"

نواب جان "اچھی بات ہے تو اب مجھ کو اجازت ہے۔"

مرزا "اچھا اللہ حافظ، گھر میں سب کو آداب کہدینا۔"

نواب جان رخصت ہو کر مکان واپس آئے اور تمام قصہ بڑے نواب صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نواب صاحب نے مرزا فرحت اور شوکت آرا کی تمام باتیں بہت غور سے سنیں اور ایک ٹھنڈا سانس بھر کر بولے "دیکھئے قسمت میں کیا لکھا ہے۔ تخت گیا، تاج گیا، فن سپاہ گری چھٹا، زمین داری برباد ہوئی۔ اب بنیا بننا اور رہ گیا ہے۔ خیر بھیک مانگنے سے تو بہتر ہے۔ اب مسلمانوں کی یہ آبرو رہ گئی ہے کہ دکان کھول کر بیٹھیں اس ذلیل زندگی سے تو موت بہتر ہے۔"

نواب جان "ابا جان! کیا تجارت ایسی بری چیز ہے؟"

نواب صاحب "ارے بیٹا سپاہی بچوں کیلئے اس سے بڑھکر اور کیا عیب ہو سکتا ہے۔"

نواب جان "آخر ابا جان! سینکڑوں مسلمان تجارت کر رہے ہیں۔"

نواب صاحب "مغل بچہ کونسا تجارت کر رہا ہے۔ تجارت ہمیشہ چھوٹی قومیں کرتی ہیں۔"
نواب جان "لوگ لاکھوں روپیہ سوداگری کی بدولت کما رہے ہیں۔"
نواب صاحب "روپیہ کو دیکھتے ہو۔ یا خاندان کا بھی کچھ پاس ہے ایسے روپیہ پر خدا کی لعنت۔"
نواب جان "جناب آجکل تو سب جگہ روپیہ کی پوچھ ہے۔"
نواب صاحب "شرفا میں تو ہڈی بوٹی کی پوچھ ہے۔ رذیلوں میں بیشک چار پیسے کی پوچھ ہے۔ اگر حسب نسب نہ ہو تو دولت کو کیا آگ لگانی ہے۔"
نواب جان "ابا جان! اب آپ جیسے خیال کے دو چار ہی آدمی ہیں۔"
نواب صاحب "خیر بھئی ہمارا تو یہی خیال ہے۔"
نواب جان "ابا جان! یہ باتیں ہماری من گھڑت ہیں۔ باقی اسلام میں تو تجارت کرنا عیب نہیں۔"
نواب صاحب "ارے میاں رہنے دو۔ بڑے اسلام پر عمل کرنے والے آئے اور کون کونسی باتیں اسلام کی مان رہے ہو۔"
نواب جان "کیا تمام باتوں پر عمل نہ ہو سکے تو تجارت بھی نہ کی جائے۔"
نواب صاحب "خیر بھائی میں تم سے مناظرہ نہیں کرتا۔ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ اگر تمہاری قسمت میں بنیا بننا لکھا ہے تو میں اسے کیا کر سکتا ہوں، اللہ کی مرضی باپ، دادا ہمیشہ سپاہ گری کرتے رہے۔ ان کے ہاتھ میں آخر دم تک تلوار رہی اب تم ترازو لیکر بیٹھ جاؤ۔ سپاہی کے بیٹے سے تجارت ہوگی تو شاگرد بن جاؤں گا۔"
نواب جان "ابا جان! آپ تو وہی پرانی باتیں کرتے ہیں۔ آپ کو کیا معلوم زمانہ بدل گیا۔ اگر مسلمان تجارت نہ کریں گے تو ان کا زندہ رہنا مشکل ہے، آجکل سلطنتیں تجارت پر چل رہی ہیں۔ جس قوم کے ہاتھ میں تجارت ہوگی اسی کا اقتدار قائم رہ سکتا ہے۔"

نواب صاحب "اچھا بھائی میں تو پرانا ہوں۔ میری عقل جاتی رہی ہے میں سٹھیا گیا ہوں بے وقوف ہوں۔ خدا رکھے تم جوان ہو۔ زمانہ کو جانتے ہو۔ تمہیں زندہ رہنا آتا ہے میں نے ڈاڑھی دھوپ میں سفید کی ہے۔ تم جو کہو وہ سچ ہے۔ اور سب جھوٹ ہے۔"

نواب جان "تو کیا آپ کو تجارت پر مذہبی حیثیت سے کوئی اعتراض ہے۔"

نواب صاحب "نہیں بھائی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اب بہادری اور شجاعت تو ختم ہوئی۔ اب تو مسلمانوں کو چوڑیاں پہن کر بیٹھنا چاہیئے۔ انگریزوں کی بھی یہی خواہش ہے کہ مسلمانوں میں سے بہادری کی بو مٹ جائے اور یہ بھی دوسروں کی طرح غلام اور ذلیل بن جائیں۔ جب خدا کو یہی منظور ہے اور اس نے انگریزوں کو سات سمندر پار سے بلا کر اسی لئے مسلط کیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں اور کوئی کیا کر سکتا ہے۔ خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے۔"

غرض نواب صاحب آخر دم تک یہی باتیں کرتے رہے اور بمشکل تمام اس بات پر راضی ہوئے کہ وہ جمعہ کی نماز کے بعد شیخ نزور کے چھتے میں چلیں گے۔ اور مرزا فرحت اللہ سے تجارت کے متعلق گفتگو کریں گے اور مولنا فخر الدین صاحب سے بھی تبادلہ خیالات کریں گے۔"

نواب جان نے جب والد کو یہاں تک راضی کر لیا تو مرزا فرحت اللہ کو کہلا بھیجا کہ میں نے اباجان کو جمعہ کے دن کیلئے راضی کر لیا ہے آپ بھی مولنا فخر الدین صاحب سے وقت لے لیجئے اور اگر ممکن ہو تو اس اجتماع میں مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب کو ضرور شریک کیجئے۔ کیونکہ ابا کسی مولوی کے معتقد نہیں ہیں۔ صرف حضرت شاہ صاحب کی بزرگی کے قائل ہیں۔ اگرچہ ان کو بھی وہابی کہتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے انکے علم و دیانت کے قائل ہیں۔"

مرزا فرحت اللہ اس اطلاع کے بعد ہی شام کو مغرب کی نماز میں مولنا فخر الدین صاحب

سے ملے۔ اور ان سے نواب جان کی ملاقات کا مفصل ذکر کیا دارالحرب اور سود کے تمام مسائل بھی سنائے جس کو سنکر مولانا بہت خوش ہوئے اور تعجب سے فرمایا کہ بھئی مرزا تم تو پورے مولوی ہو گئے تم نے نواب جان سے بہت اچھی بحث کی۔ نواب جان بھی سمجھدار لڑکا معلوم ہوتا ہے"۔

مرزا "حضور یہ سب آپکی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ ورنہ مجھ میں یہ قابلیت کہاں کہ کسی مذہب کے مسئلہ پر لب کشائی کر سکوں۔ نواب جان مڈل پاس ہے۔ لڑکا ماشاءاللہ ہوشیار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تجارت سے لگ جائے تو اچھا ہے۔ آجکل حضور نوکری میں آمدنی محدود ہوتی ہے۔ جب سے انگریزی راج ہوا گرانی بڑھ رہی ہے نوکری میں کیا گذارہ ہوتا ہے۔ پھر روزگار بھی ملنا مشکل ہے۔ قلعہ معلٰی میں تو ملازمت ملتی ہی نہیں لے دیکے انگریزی نوکری ہے۔ سو جناب وہاں سب جگہ دوسرے قابض ہیں مسلمان کو گھسنے بھی نہیں دیتے"۔

مولانا فخر الدین "کیوں جی انگریز مسلمان کا کچھ خیال نہیں کرتا"۔

مرزا "حضور! اول تو انگریز کو مسلمان پر اعتبار نہیں۔ دوسرے انگریز مسلمان کا کچھ خیال بھی کرے تو ہندو چلنے نہیں دیتا"۔

مولانا "تو کیا انگریز پر ہندو غالب ہو گیا ہے؟"

مرزا "حضور! تمام محکموں میں ہندو بڑے بڑے عہدوں پر مسلط ہیں جب درخواست جاتی ہے وہ مسلمان کی درخواست پھاڑ کر پھینکدیتے ہیں اور ہندو کو نوکر رکھ لیتے ہیں"۔

مولانا "انگریز کیوں نہیں پوچھتا کہ مسلمان کی درخواست کہاں ہے"۔

مرزا "اجی حضور! انگریز کو تو خبر بھی نہیں ہوتی۔ انگریز تو دستخط کرنا جانتا ہے کام تو سارا ہندو کے ہاتھ میں ہے"۔

مولانا "آخر مسلمانوں کو یہ بات انگریز کو سمجھانی چاہیئے"۔

مرزا: "اجی لاکھ سمجھاؤ۔ مگر ہیڈ کلرک کے آگے کیا چلتی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو کہنے سننے سے رکھ بھی لیا تو ہندو چند دن میں نالائق بنا کے نکال دیتے ہیں۔ ہر وقت اس غریب کی جھوٹی سچی شکایتیں کرتے رہتے ہیں اور یہ مثل مشہور ہے کہ حکام کی آنکھیں نہیں ہوتیں کان ہوتے ہیں جب دس دفعہ برائی کیجائے گی تو آخر ایک دفعہ برائی دل میں بیٹھ ہی جائے گی بیسیوں مسلمانوں کو ہندو اب تک نکال چکے ہیں۔"

مولانا: "بھئی یہ تو بڑا غضب ہے مسلمانوں کو انکی تعداد کے موافق جگہ ملنی چاہیئے۔"

مرزا: "اجی تعداد۔ حضور ایک ایک محکمہ میں ہندوؤں کی تعداد بنیں بنیں گنی ہے۔ تحصیل میں دیکھئے ۴۵ ہندو۔ ۵ مسلمان، کچہری میں دیکھئے تو نوے ہندو۔ اور دس مسلمان ہر جگہ اندھیر ہو رہا ہے مسلمانوں کو الٹی چھری سے ذبح کیا جا رہا ہے اور کوئی نہیں پوچھتا۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان ہندوؤں سے تعلیم میں پیچھے ہیں لیکن جب ان کی پوچھ ہی نہ ہو تو وہ تعلیم حاصل کر کے کیا کریں۔ اول تو مسلمانوں کے پاس روپیہ بہت کم ہے اور وہ جب دیکھتے ہیں کہ پڑھ لکھ کے بھی دھکے کھانے پڑتے ہیں تو وہ دن بدن تعلیم سے بیزار ہوتے جاتے ہیں انگریزوں پر ہندوؤں کی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا ہے۔ انگریز مسلمان کو نالایق سمجھتے ہیں۔"

مولانا: "صاحب یہ تو بڑا غضب ہے اس کا کوئی علاج ہونا چاہیئے۔"

مرزا: "حضور خدا ہی علاج کرے تو ہو۔ کل ظل سبحانی نے کمشنر صاحب کو بہت کہا سنا کمشنر صاحب وعدہ تو کر گئے ہیں لیکن کیا ہو گا، مجھے تو امید نہیں، کمشنر صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ ہر محکمہ میں فیصدی پچیس مسلمان لئے جائیں لیکن جب عملدرآمد ہو جب جانئے۔"

مولانا: "نہیں۔ وعدہ کیا ہے تو کچھ نہ کچھ کریں گے۔ انگریزوں کو اپنے وعدہ کا بہت خیال ہوتا ہے۔"

مرزا: "اجی وعدے کا خیال تو ضرور ہوتا ہے۔ مگر حضور! ہندو بھی چلنے دے۔"

مولانا: "نہیں صاحب۔ آخر انگریز حاکم ہے۔"

مرزا۔ "صرف دستخط کرنے کا"

مولانا۔ "اور آ گئے"

مرزا۔ "ہندو کا غلام ہے۔ ہندو انگریز کی پالیسی پر پورا قابض ہے"

مولانا۔ "اچھا بھئی تو مسلمان دو طاقتوں کے بیچ پس رہے ہیں"

مرزا۔ "یہ تو ہی اصل حکومت تو ہندو کر رہا ہے، انگریز کو تو کچھ بھی خبر نہیں"

مولانا۔ "اجی نہیں انگریز بڑا ہوشیار ہے وہ غافل نہیں ہے"

مرزا۔ "حضور ہاں ہوشیار تو ہے مگر مسلمانوں کی قسمت سے تو بیوقوف بن گیا ہی اسی مہینہ کا ذکر ہے۔ چار مسلمانوں نے درخواستیں دیں لیکن آج تک چاروں کو کوئی جواب نہیں ملا اور چاروں آسامیاں میرٹھ اور سہارنپور سے ہندوؤں کو بلا کر دیدی گئیں یہ چاروں مسلمان صاحب کے بنگلہ پہنچے گئے۔ تو صاحب نے کہدیا ہمارے سکرٹری کو بولو۔ اب یہ مسلمان کیا کہتے۔ اپنا سا منہ لے کر چلے آئے"

مولانا۔ "کیوں۔ ان کو صاف کہدینا چاہیئے تھا کہ آپ کے سکرٹری نے تو ہمارا جواب ہی نہ دیا"

مرزا۔ "اجی حضور! بھلا یہ کہا جا سکتا ہے اور انگریز اپنے سکرٹری کے خلاف کب سنتا ہے"

مولانا۔ "اگر ملازمت کی یہ حالت ہے اور انگریز کا دروازہ مسلمانوں کیلئے بند ہے تو پھر مسلمانوں کو کوئی اور فکر کرنی چاہیئے۔ لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انگریزوں کو مسلمانوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ آخر انہوں نے ہندوستان مسلمانوں ہی سے لیا ہے"

مرزا۔ "حضور ملک پر قبضہ کرنے کے بعد اس بات کا کون خیال کرتا ہے، اب تو انگریز دونوں کو اپنی رعایا سمجھتا ہے"

مولانا۔ "دونوں کو رعایا سمجھتا ہے تو پھر انصاف کیوں نہیں کرتا"

مرزا" میں نے عرض کیا نا ہندو انصاف نہیں کرنے دیتا۔ ان کی نیت بہت خراب ہے۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ حکومت سے جو کچھ ملے وہ تنہا اس پر قبضہ کرلے اور مسلمانوں کو اس میں سے ایک حبہ بھی نہ دے۔"

مولانا" تو کیا ہندو انگریزوں سے بھی زیادہ مسلمانوں کے مخالف ہیں؟"

مرزا" انگریز بھی کچھ زیادہ دوست مسلمانوں کے نہیں ہیں۔ لیکن ہندو انگریزوں سے بھی زیادہ مخالف ہیں۔"

مولانا" خدا جانے یہ کیا بات ہے۔ حالانکہ ہمارا ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور مسلمانوں نے ان پر احسان بھی بہت کئے ہیں۔"

مرزا" اب تو یہ مسلمانوں کی جان کے دشمن ہیں۔"

مولانا" آخر اس دشمنی کی وجہ کیا ہے؟"

مرزا" خدا ہی جانے۔"

مولانا" پہلے تو ان کی یہ حالت نہیں تھی۔"

مرزا" حضور ہمیشہ سے ایسے ہی ہیں۔ پہلے مسلمانوں سے دبے ہوئے تھے۔ جب سے انگریزی حکومت ہوئی تب سے ان کی دشمنی کھلم کھلا ہو گئی ہے۔"

مولانا" بھئی مرزا انگریزی حکومت میں مسلمانوں کا اقتدار نہ ہوا تو یہ بہت پریشان کریں گے۔"

مرزا" حضور! ابھی تو قلعہ معلیٰ میں ظل سبحانی زندہ موجود ہیں۔ ابھی سے ہندوؤں نے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ پرانے ہندو تو کچھ ادب قاعدہ بجا بھی لاتے ہیں۔ لیکن یہ نئی تانتی تو مسلمانوں کو خاطر ہی میں نہیں لاتی۔"

مولانا" پرانے ہندوؤں کا کیا قاعدہ ہے۔"

مرزا" وہ ہی ننگے پیر قلعہ میں جانا، ہاتھ باندھ کر نذر پیش کرنا، شاہی سواری کو

دیکھ کر کھڑے ہو جاتا، یا ہتھیار باندھ لیتا۔"

مولانا۔ "یہ بھی کوئی دن کی بات ہے۔"

مرزا۔ "جی ہاں۔ یہ باتیں بھی ظاہری ہیں۔ ورنہ اندرونی تو ہر وقت مسلمانوں کی کاٹ ہی کرتے رہتے ہیں۔"

مولانا۔ "پھر آخر مسلمانوں نے بھی کچھ غور کیا کہ انگریزی حکومت میں وہ ہندوؤں کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔"

مرزا۔ "کیا غور کیا مسلمانوں میں تو خود ہی پھوٹ ہے۔ اگر مسلمان متفق ہوتے تو یہاں تک حالت ہی کیوں پہنچتی۔"

مولانا۔ "اس وقت تو تمام مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہیئے۔"

مرزا۔ "ایک کیونکر ہو جائیں۔ بعضے خود غرض لوگ اپنی اغراض کی وجہ سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے ہیں۔"

مولانا۔ "بہر حال مسلمانوں کو خالی نہیں بیٹھنا چاہیئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیئے ورنہ ہندو نقصان پہنچائیں گے۔"

مرزا۔ "ہاں حضور! اس ہی وجہ سے تو میں ایک مختصر اجتماع کر رہا ہوں ارادہ ہے کہ مرزا فخرو کو بھی بلا لوں۔ آپ بھی تشریف رکھتے ہوں گے۔ بڑے نواب صاحب اور نواب جان بھی ہوں گے۔ اس دن مسلمانوں کے مسئلہ پر غور کریں گے۔ اگر شاہ صاحب بھی شریک ہو جائیں تو زہے قسمت۔"

مولانا۔ "ظل سبحانی بھی آئیں گے؟"

مرزا۔ "ابھی ان کے بلانے میں بڑا کھٹکا ہے وہ نہیں آ سکتے۔"

مولانا۔ "اچھا دہلی کے اور علما کو بھی بلا لو۔"

مرزا۔ "حضور! اور علما کو بلانے سے ڈر لگتا ہے۔"

مولانا "کیوں ڈر کی کیا بات ہے ؟"

مرزا "علماء کی مخالفت سے آپ واقف ہیں۔ کوئی اور جھگڑا نہ کھڑا ہو جائے"

مولانا "ہماری طرف سے تو تم اطمینان رکھو۔ ہم تو کوئی ایسی بات کریں گے نہیں"

مرزا "اجی حضور! آپ کی طرف سے تو خطرہ نہیں۔ لیکن دوسرے حضرات کب چوکتے ہیں"

مولانا "نہیں بھائی جب ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہو گی تو دوسرے کیوں بولیں گے"

مرزا "حضور! کسی نہ کسی مسئلے پر جھگڑا ہو جائے گا"

مولانا "جھگڑا نہیں ہو گا"

مرزا "فرض کیجئے دار الحرب کا مسئلہ ہے۔ دار الحرب میں سود کا مسئلہ ہے آپ کو معلوم ہے دوسرے علماء آپ حضرات کی چلنے نہ دیں گے۔ آپ کہتے ہیں دار الحرب میں سود کا کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں ناجائز ہے۔ وہ انگریزی حکومت کے طرف دار ہیں اور آپ لوگ مخالف ہیں"

مولانا "کیا ایسے مولوی بھی ہیں جو انگریزی حکومت کے طرفدار ہیں"

مرزا "جی ہاں۔ آپ کے شہر میں موجود ہیں جو کہتے ہیں انگریز وہابی مسلمانوں سے لاکھ درجہ اچھے ہیں۔ ایک صاحب کا تو فتویٰ ہے کہ انگریز "اولی الامر" ہیں"

مولانا "انا اللہ۔ ایسے لوگ بھی ہیں ؟"

مرزا "جی ہاں صاف کہتے ہیں جو ہندوستان کو دار الحرب کہے وہ کافر ہے"

مولانا۔ بھئی تو ایسوں کو ضرور بلاؤ۔ ذرا مسئلے کی تحقیق ہو جائے گی"

مرزا "اجی حضور! ان سے کیا تحقیق ہو گی وہ گورنمنٹ سے خفیہ وظیفے پاتے ہیں۔ وہ بھلا آپ لوگوں کی بات مانیں گے۔ خواہ مخواہ تو تو میں میں ہو جائیگی اور ساری

مجلس مکدر ہو جائیگی۔ ان کا کچھ بگڑنے کا نہیں۔ آپ لوگوں کی نگرانی شروع ہو جائے گی۔
اس وقت بھی آپ کے مدرسہ میں جاسوس موجود ہیں۔ جب کھلم کھلا پہرہ لگ جائیگا۔"

مولانا "خیر بھائی ہم تو ان باتوں سے ڈرتے نہیں۔ گورنمنٹ دس پہرے لگا دے
لیکن ہم لوگ پولیس کے خوف سے مسئلہ غلط نہیں بتا سکتے۔"

مرزا "خیر حضور آپ لوگوں کی بات اور ہے۔ لیکن بے ایمانوں کا کیا علاج جو
ایک طرف مسلمانوں کے رہبر بنے ہوئے ہیں اور دوسری طرف سرکار سے ملے ہوئے ہیں۔"

مولانا "خیر بھئی گر یہ بات ہے تو جانے دو۔"

مرزا "حضور! میرا منشا تو صرف یہ ہے کہ نواب جان کو تجارت کا شوق ہو جائے
اور جن مسئلوں میں اس کو شبہ ہو گیا ہے ان کا حل ہو جائے۔ کچھ تو میں نے اطمینان کر دیا
ہے لیکن جو مسائل میرے بس کے نہ تھے وہ میں چاہتا ہوں کہ آپ صاف کر دیں اور
بڑے نواب صاحب کو بھی اطمینان ہو جائے۔"

چودھواں باب

اصلاحی جلسہ
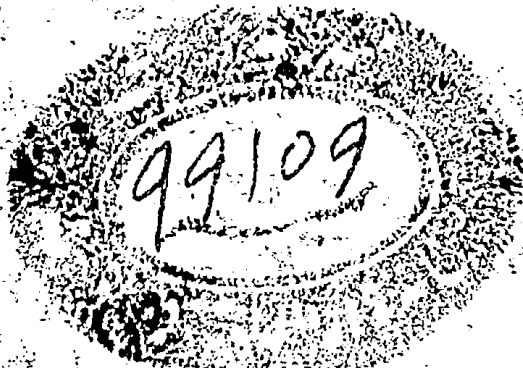
مولانا "کیا بڑے نواب صاحب کو بھی کچھ شک ہے؟"

مرزا "اجی ان کی کچھ نہ پوچھیے۔ وہ تو سرے سے تجارت ہی کے مخالف ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے تجارت کو سخت ذلت کی چیز سمجھتے ہیں۔"

مولانا "اچھا تجارت ہی کے مخالف ہیں۔"

مرزا "اجی بڑے سخت، اللہ کی پناہ کہتے ہیں تجارت کرنے سے مرجانا بہتر ہے۔"

مولانا "میر صاحب تو جمعہ کے دن یہ صحبت پرلطف رہے گی میں انشاء اللہ ضرور ہوں گا۔"

مرزا "شاہ صاحب بھی تشریف لائیں گے۔"

مولانا "جمعہ کے دن شاہ صاحب خواجہ باقی باللہ کے مزار پر تشریف لیجایا کرتے ہیں۔ لیکن میں کہدوں گا۔ آپ بھی کل صبح کو کہدیجئے۔ امید ہے انشاء اللہ تشریف لے آئینگے۔"

مرزا دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد اشراق کے نوافل سے فارغ ہو کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے نہایت محبت سے ملاقات کی اور بڑی دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ مرزا نے شروع سے تمام واقعات دہرائے نواب جان کی ملاقات اور بڑی نواب جان کا ذکر آنگار شاہ کا تذکرہ، علی بخش رنگریز کا قصہ۔ غرض تمام باتیں مفصل عرض کیں اثنائے گفتگو میں دار الحرب اور دار الحرب کے سود وغیرہ کا معاملہ بھی آیا۔ شاہ صاحب نے تمام باتیں سننے کے بعد فرمایا مولانا فخر الدین بہت قابل ہیں وہ تمام مسائل میاں نواب جان کے حل کر دیں گے اور میری حاضری کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہ مدرسہ کے مدرس دوئم ہیں۔ میرے خیال میں وہ کافی ہیں۔"

مرزا نے پھر اصرار کیا اور عرض کیا حضور بڑے نواب صاحب کو آپ ہی کی ذات گرامی سے خوش اعتقادی ہے۔ انہیں شاید مولانا فخر الدین صاحب سے تشفی نہ ہوگی۔ شاہ صاحب نے پھر فرمایا

کیا اور فرمایا۔ جمعہ کے روز میرا معمول ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر وعظ کہتا ہوں اور پھر خواجہ باقی باللہ اور سید حسن رسول نما کے مزار پر حاضری دیتا ہوں۔ شاید گھڑی بھر دن رہے تک واپس آسکونگا۔
مرزا نے اسیوقت کو منظور کرلیا۔ اور عرض کیا حضور تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے آئیں۔ مگر قدم رنجہ فرمائیں۔"
شاہ صاحب:۔ "میاں تمہارے خسر تو شاید فراش خانہ والوں کے مرید ہیں"۔
مرزا:۔ "جی ہاں مرید تو انہیں کے ہیں مگر حضور سے عقیدت ہے"۔
شاہ صاحب:۔ "اجی ہم کو تو وہابی اور بدعقیدہ سمجھتے ہیں"۔
مرزا:۔ "نہیں حضور میرے خسر اتنے سخت نہیں ہیں۔ وہابی ضرور کہتے ہیں لیکن جبتک چھپنے کا فتویٰ نہ جائے انہیں اطمینان نہیں ہوتا۔ پرسوں اترسوں ہی کوئی معاملہ تھا کسی مسئلہ میں اختلاف تھا اور دو فتوے پیش تھے تو ابا جان نے صاف کہدیا تھا کہ تصوف فراشخانے میں اور علم چھتے میں"۔
شاہ صاحب:۔ "یہ عجیب بات ہے جب علم چھتے میں ہے تو پھر ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے تمام مسائل میں ہم کو سچا سمجھنا چاہیئے"۔
مرزا:۔ "حضور اعتبار تو ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ وہابی بہت خشک ہوتے ہیں ان میں روحانیت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ عالم ضرور ہیں، مگر عامل نہیں، اصل عامل صوفی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ تو فقط قال قال کرنے والے ہیں۔ ان میں تصوف کی چاشنی نہیں"۔
شاہ صاحب:۔ "کیوں؟ ہمارے یہاں ذکر و شغل نہیں ہوتا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے خاندان میں بیعت بھی کیا کرتے تھے۔ پیری مریدی کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے ہاں ہم لوگ بدعتی نہیں ہیں، اگر تصوف کا یہ مطلب ہے کہ قوالی سنیں یا غیر محرم عورتوں کا گانا سنیں، ڈھولک اور طبلے پر اچھلیں کودیں تو بھئی مرزا ہم ایسے صوفی نہیں ہیں۔ اور اللہ ہم کو ایسے تصوف سے بچائے۔ لیکن اگر سنت کی پیروی اور خدا کا ذکر مقصود ہے تو الحمدللہ یہ چیز چھتے میں بھی موجود ہے"۔
مرزا:۔ "اجی حضور! کیا عرض کیا جائے آجکل تو لوگوں نے انہی ہزلیات کا نام تصوف رکھ لیا ہے مسلمانوں میں صحیح تعلیم نہیں ہے۔ اگر صحیح تعلیم ہوتی۔ تو ان جاہل پیروں کے پھندے میں ہرگز مبتلا نہ ہوتے"۔

شاہ صاحب "اچھا بھائی میں حاضر ہو جاؤں گا۔ جو خدمت میرے لائق ہے میں اس کے لئے حاضر ہوں"۔

مرزا شاہ صاحب کی منظوری کے بعد خوشی خوشی گھر آئے اور شوکت آرا کو تمام واقعات سنائے، جس سے وہ بہت خوش ہوئیں اور کہا اب اور جس کسی کو آپ کو بلانا ہو اس کو اطلاع دیدو۔ تاکہ میں کھانے کا انتظام کرلوں"۔

مرزا "بس مرزا فخرو کو اطلاع دیدیتا ہوں۔ کیونکہ انکی موجودگی میں یہ سلسلہ شروع ہوا تھا"۔

شوکت آرا "جب کام کرنا ہے تو معقول طریقہ سے کرو"۔

مرزا "معقول طریقہ کیا؟"

شوکت آرا "دس پانچ آدمیوں کو اور بلالو"۔

مرزا "تم انتظام بھی کرلوگی؟"

شوکت آرا "آپ انتظام سے بے فکر رہیے۔ اللہ مالک ہے اگر ظل سبحانی آجائیں تو ان کا بھی انتظام ہو سکتا ہے"۔

مرزا "اجی بھلا ظل سبحانی کہاں آتے ہیں"۔

شوکت آرا "خیر میں نے تو ایک بات کہی آپ انتظام سے نہ گھبرایئے"۔

مرزا "اچھا پھر کس کس کو بلاؤں؟"

شوکت آرا "دہلی کی تمام برادریوں میں سے ایک ایک آدمی کو بلاؤ"۔

مرزا "سب کو بلا کے کیا کروگی؟"

شوکت آرا "جب اصلاحی جلسہ کرنا ہے تو سب چودھریوں کو بلانا چاہیئے"۔

مرزا "سب چودھریوں کو بلایا تو دو سو آدمی ہو جائیں گے"۔

شوکت آرا "سب کا مطلب یہ ہے کہ پنجابیوں، لاہوریوں۔ عطاروں میں سے ایک ایک آدمی کو بلالو"۔

مرزا ”کشمیریوں اور حکیم زادوں میں سے بتاؤ۔“

شوکت آرا ”ہاں۔ حاجی علی جان کو بلا لو اور اگر حکیم شریف خاں آجائیں تو اچھا ہے۔ ورنہ حکیم بدرالدین خاں۔ یا حکیم اللہ یار خاں کو بلوا لیجئے۔“

مرزا ”شریف خانیوں میں سے تو کوئی آئے گا نہیں۔ ہاں دوسرے لوگوں کو اطلاعاً خط لکھ دیتا ہوں۔ حاجی علی جان آجائیں گے۔ پنجابیوں میں سے محمود بخش اللہ والی شاہ صاحب کا نام سنکر ضرور آئیں گے۔ حکیم اللہ یار خاں بوڑھے بہت ہیں بہرحال دس بارہ آدمی ہوجائیں گے۔ مرزا فخرو کے بڑے صاحبزادے مرزا فرخندہ جمال کو بھی کہلا بھیجتا ہوں۔ اگر تمہاری رائے ہو تو حکیم مومن کو بھی بلا لوں۔“

شوکت آرا ”ان کو ضرور بلایئے۔ مومن خاں تو شاہ صاحب کے عاشق ہیں بس تو پندرہ بیس آدمیوں کا انتظام کر لیتی ہوں۔“

مرزا ”پندرہ بیس آدمی ہوگئے؟“

شوکت آرا ”ایک آدھ کم ہوگا تو کھانا تو بیس ہی کا پکنا چاہئے۔“

مرزا ”اور ان کے ملازم بھی تو ہوں گے۔“

شوکت آرا ”خیر ملازموں کا انتظام علیحدہ ہوجائے گا۔“

مرزا ”کھانا کیا ہوگا؟“

شوکت آرا ”کھانا تو مہمانوں کی حیثیت کے قابل ہوگا۔“

پندرھواں باب

دعوتی خطوط

مرزا: "مرزا فخرو کو میٹھا گوشت بہت بھاتا ہے۔"

شوکت آرا: "میٹھا گوشت بھی پک جائیگا۔ میرے خیال میں زردہ، بریانی، متنجن، فیرنی، نان پاؤ کے ٹکڑے، میٹھی قبولی، گاجر اور سیب کے چاول من وسلوی، خربوزہ اور تربوز کی کھیران سب چیزوں کی مٹھاس کر لیتی ہوں، اور بیس پچیس طرح کا سالن پکا لیتی ہوں۔ باقر خانی اور شیرمال کو باورچی سے کہدو دس پندرہ طرح کا مربہ کافی ہوجائے گا۔"

مرزا: "کیا یہ سب چیزیں باورچی نہیں پکائے گا۔"

شوکت آرا: "سب چیزیں گھر میں پک جائینگی فقط باقرخانی اور شیرمال کو باورچی سے کہدیجئے۔"

مرزا: "اتنا سامان آپ سے کہاں ہوگا۔"

شوکت آرا: "سب ہوجائیگا۔ یہ سامان ہی آخر کتنا ہے۔"

مرزا: "بیگم مشکل پڑجائے گی۔ باہر ہی سے پکوالو۔"

شوکت آرا: "میں تو باہر سے نہیں پکواتی۔ پیسے کے چار پیسے خرچ کروں پھر چیز نہ برکت۔"

مرزا: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ اکیلی کیونکر یہ سب کچھ کرلیں گی۔"

شوکت آرا: "اکیلی کیوں۔ اللہ رکھی ہے اگر ضرورت ہوئی تو ظہور کی ماں کو پڑوس میں سے بلوالونگی۔"

مرزا: "اچھا تم جانو میں دعوتی خطوط جاکر دیتا ہوں۔"

شوکت آرا: "آپ بسم اللہ کیجئے، اللہ مالک ہے۔ کھانے کے انتظام سے آپ بے فکر رہئے۔"

مرزا فرحت اللہ خاں نے اس گفتگو کے بعد تمام لوگوں کے نام خطوط روانہ کئے۔ لیکن مرزا فخرو کی خدمت میں خود حاضر ہوئے، اول اول تو مرزا فخرو معذرت کرتے رہے اور فرمایا "بھائی میں نے تو اب آنا جانا چھوڑ دیا۔ انگریز قلعہ معلی کی چار دیواری میں ہم کو بند رکھنا چاہتے ہیں۔ اب انکو یہ بھی گوارا

نہیں کہ ہم لوگ اپنی رعایا سے ملیں۔ یا انکی نذرانے قبول کریں۔ جو شخص قلعہ میں آتا ہے اسکے نام اور نشان وغیرہ کی اطلاع کمشنر کو جاتی ہے۔ انگریزوں کا یہ طرز عمل سخت تکلیف دہ ہے لیکن دم نہ مارو سنکر گذارو۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ شروع شروع میں دیوانی پر قبضہ ہوا تھا اب آہستہ آہستہ فوجداری پر بھی انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ اور میاں کوئی دن جاتا ہے مرزا اس قلعہ پر تالا پڑنے والا ہے۔ یہاں الّو بولا کریگا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری آنکھوں کے سامنے کوئی انقلاب ہو تو اچھا ہے۔ اسلئے میں تو کچھ گوشہ نشین سا ہو گیا ہوں۔ اب تو قلعہ والوں کی ہر حرکت پر انگریزوں کی نگاہیں ہیں جب کسی کا اقبال بگڑتا ہے تو اپنے پرائے اور سگے سوتیلے ہو جاتے ہیں۔ ہندو بیچاروں کا تو کہنا ہی کیا ہے، مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ رتی رتی تک انگریزوں سے جڑتے ہیں۔ کوئی اتنا نہیں جس سے رازداری کی بات کہی جائے ظل سبحانی کو چھوڑا لگ گیا ہے۔ گھنٹوں رویا کرتے ہیں۔ جن کے باپ دادا کبھی تخت و تاج کے مالک تھے آج انکی اولاد دانے دانے کو انگریزوں کی محتاج ہے۔ دو تین روز ہوئے ظل سبحانی ایک مست کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔"

مرزا۔ "کون سے مست ہے؟"

مرزا فخرو۔ "ایک مست ہیں سید رفاعی کی مسجد میں پڑے رہتے ہیں۔ ان سے جا کر دعا کی درخواست کی تھی انہوں نے کچھ ایسی باتیں کیں جس سے ظل سبحانی بالکل مایوس ہو گئے۔"

مرزا۔ "انہوں نے کیا کہا ہے؟"

مرزا فخرو۔ "اجی کیا کہا۔ ایسی ہی باتیں کرتے رہے۔ کبھی کہا دعا کا زمانہ گیا۔ پھر بولے بس بابا دعا تو عالمگیر کو مل چکی۔ جاؤ سرمست سے قصور معاف کراؤ ہاں یہ بھی کہا محمد شاہ رنگیلے کا حجرہ منہدم کرا دو۔ تم نے امیر خسرو کے عاشق کی آنکھوں کے سامنے ٹٹی کھڑی کر دی ہے۔ غرض مستوں کی جیسی باتیں ہوتی ہیں ویسی کرتے رہے۔ اور کوئی بات ٹھکانے کی نہیں کی ظل سبحانی پر تو جو گذری وہ گذری۔ لیکن مخبروں نے اس کی خبر بھی کمشنر کے بنگلہ پہ پہنچا دی چنانچہ آج کمشنر صاحب آئے تھے اور مست کی ملاقات کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ظل سبحانی کو غصہ تو بہت آیا۔ لیکن دانت پیسکر رہ گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اتنی اتنی سی باتوں کی بھی مخبری کی جاتی ہے تو اب کیا

باقی رہا۔ اس لئے اگر مجھے معاف کردو تو بہتر ہے۔"

مرزا۔ "بھلا حضور! آپ ہی تو ہمارے قصہ کی اصل ہیں اور آپ ہی تشریف نہ رکھتے ہوں گے تو بات کیونکر طے ہوگی۔"

مرزا فخرو۔ "میں کیوں کر اصل قرار دیا گیا۔"

مرزا۔ "حضور ہی کے گھی پر سارا قصہ چلا ہے۔"

مرزا فخرو۔ "ارے میاں تمہاری بیوی بھی بڑی حساس واقع ہوئی ہیں۔ میں نے تو ایک معمولی بات کہی تھی۔ ذرا خوشبو ہلکی تھی۔ اس لئے میں نے گھی کو دریافت کیا۔ لیکن شوکت آرا نے اس کو اتنی اہمیت دی۔"

مرزا۔ "جہاں پناہ وہ تو خالص گھی کیلئے بھینس خرید رہی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ایک دفعہ حضرت والا کو گھر کے گھی کا سالن پکا کر کھلائیں۔"

مرزا فخرو۔ "وہ بھی عجیب عورت ہے یہ مرزا تمہاری قسمت ہے کہ ایسی بیوی اللہ تعالےٰ نے تم کو دی ہے۔ عورت بڑی سمجھ دار ہے۔"

مرزا۔ "سمجھ دار تو ایسی ہیں کہ اکثر باتوں میں مجھے عقل سکھاتی ہیں۔"

مرزا فخرو۔ "نواب صاحب نے اپنی اولاد کو خوب تربیت دی ہے۔"

مرزا۔ "جی ہاں حضور! ان کی سب لڑکیاں سلیقہ مند ہیں۔"

مرزا فخرو۔ "یہ تمہارے نکاح میں تو شاید بڑی لڑکی ہے؟"

مرزا۔ "نہیں تو بڑی سے چھوٹی۔"

مرزا فخرو۔ "ہاں بڑی کا تو انتقال ہو گیا۔ وہ تو مرزا چھوٹم کو بیاہی ہوئی تھی صاحب وہ لڑکی بھی نہایت قابل تھی۔ آجکل تو اکثر لڑکیاں اسقدر پھوہڑ ہوتی ہیں کہ خاوندوں کیلئے وبال جان ہو جاتی ہیں۔"

مرزا۔ "حضور یہ بھی ایسی ہی قابل اور نہایت سگھڑ ہے۔"

مرزا فخرو۔ "میاں عورت کے ساتھ مرد کی عزت وابستہ ہوتی ہے۔ اگر عورت بے ڈھنگی

ہو تو مرد کی دو کوڑی کی آبرو ہو جاتی ہے لیکن اگر کسی کی عورت ہنرمند ہے تو مرد کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کسی اچھی عورت سے واسطہ ڈالے تو دنیا میں جنت ہے۔"

مرزا:" ہاں حضور بات تو یہی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ میری تو آرزو یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دنیا جہاں کو ایسی بیویاں عنایت کرے۔"

مرزا فخرو:" میاں قسمت والوں کو ہی یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ ہر ایک کا حصہ نہیں ہے۔ اچھا بھائی اگر شوکت آرا یاد کرتی ہیں تو ضرور حاضر ہونگا۔ مگر شاہ صاحب کی زیارت کرتے ہی واپس آجاؤنگا۔"

مرزا:" حضور تشریف تو لائیں مجلس اتنی دلچسپ ہو کہ حضور کا جی اٹھنے کو نہیں چاہیگا۔

مرزا فخرو کو راضی کر لینے کے بعد مرزا فرحت اللہ نے خیال کیا کہ لاؤ لگے ہاتھوں مومن خاں کی خدمت میں بھی ہوتا چلوں۔ مرزا فرحت اس خیال کو لئے چیلوں کے کوچے پہنچے۔ ٹیکتی مسجد کے پیچھے حکیم مومن خاں کا مکان تھا اوپر حکیم صاحب رہتے تھے۔ نیچے دیوان خانہ تھا۔ جس وقت یہ پہنچے تو حکیم صاحب شاگردوں کو اصلاح دے رہے تھے۔ مرزا فرحت نے دیوان خانہ میں جا کر ایک فرشی سلام کیا۔ حکیم صاحب دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے مرزا فرحت سے بغل گیر ہوئے۔ اور فرمانے لگا۔

"میاں مرزا تم نے تو آنا جانا ہی ترک کر دیا۔ شاہ صاحب کی خدمت نے تم کو تمام دہلی سے مستغنی کر دیا۔ اب تمہیں ہم جیسے فاسقوں کی پروا ہے۔"

مرزا فرحت نے نہایت ادب سے عرض کیا:" حضور! فرصت بہت کم ہوتی ہے۔ پہلے تو مشاعروں میں نیاز حاصل ہو جاتا تھا اب وہ صحبتیں ہی ختم ہو گئیں۔"

حکیم صاحب نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:" میاں مرزا! نہ اب اہل کمال ہیں نہ قدر دان قلعہ معلیٰ کی رونق سے ساری رونق تھی۔ قلعہ کیا اجڑا کہ دلی ہی اجڑ گئی۔ اب یہ لونڈے شاعری کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ابے دیوانو! ہم نے کیا لیا جو تم لوگے اس فن کو اب کون پوچھتا ہے۔ آیندہ جو حکمراں ہوں گے وہ اردو ہی نہیں سمجھیں گے تو تمہاری شاعری کی داد کون دے گا۔ مگر یہ بے وقوف نہیں سمجھتے

سولہواں باب

انقلاب

بھائی مرزا مشاعرہ اب کون کرے۔ ظل سبحانی گوشہ نشین ہو گئے۔ اور کسی میں اتنی سکت نہیں کہ مشاعرہ کی مجلس کا انعقاد کرے۔ پھر شاعر بھی ایسے ایسے دھنتو جلاہے تیلی تنبولی ہو گئے کہ شرفا کی مجالس میں بیٹھنے کے قابل نہیں۔ اب تو یہ فن بازاری لوگوں میں آگیا۔ کہو تم بھی کچھ کہہ لیا کرتے ہو"

مرزا "حکیم صاحب! میری طبیعت تو پہلے بھی شاعری سے مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ اور اب تو بالکل فرصت ہی نہیں ہوتی"

حکیم صاحب "اجی چلتے پھرتے کچھ کر لیا کرو۔ عادت پڑی رہیگی تو کبھی کام ہی آئیگی۔ فن کو فن سمجھ کر کرو تو مضائقہ نہیں لیکن پیشہ بنانا برا ہے۔ اور اب تو یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ بندو چڑیا رنڈی کے ہاں سہرہ پڑھ آئے۔ اور میاں ننھے گلزار بھانڈ کے بیٹے کی شادی میں پہنچے۔ پھر کچھ ملا بھی نہیں۔ چڑیا رنڈی نے تو بندو کو ایک سیلا اور اکیس روپے دئے اور گلزار کے ہاں سے سنا ہے کہ ننھا ایک دوشالہ لایا ہے اور شاید سونے کے کڑوں کی ایک جوڑی ملی ہے۔ یہ اوقات اب شاعری کی رہ گئی ہے"

مرزا "بندو کون ہے"

حکیم صاحب "تمہیں نہیں معلوم"

مرزا "میں نے یہ نام آج ہی سنا ہے"

حکیم صاحب "میاں وہ بندو سقہ ہے نہیں جس کو مرزا جواں بخت نے فیض بازار کے مشاعرہ سے نکلوایا تھا"

مرزا "اچھا وہ میرو سقہ کا لڑکا"

حکیم صاحب "جی ہاں وہی۔ رنڈی کے ہاں سہرا پڑھنے پہنچے۔ تف ہے ایسے لالچ پر"

مرزا "اور حکیم صاحب یہ ننھا کون ہے"

حکیم صاحب" میاں نھے کو بھی نہیں جانتے۔ وہ علی بخش رنگریز کا لونڈا"
مرزا" اخاہ! وہ لڑکا بھی شاعر ہو گیا"
حکیم صاحب" جی ہاں۔ بادشاہ کی عمر جوانوں کے کپڑے رنگتے رہے اور بیٹے شاعر بن گئے ایسے ہی کمینوں نے تو شاعری کی قدر دو کوڑی کی کر دی ہے۔ اور میاں مرزا کچھ پوچھو نہیں۔ دیوار ہمگوش دارد۔ یہیں تو کچھ کہتا نہیں تمہاری دہلی میں جو استاد کہلاتے ہیں انکی حقیقت کیا ہے"
مرزا" خیر حضور اس ذکر کو جانے دیجئے۔ ہر شخص کی قسمت اس کے ساتھ ہے"
حکیم صاحب" نہیں بھائی میں کوئی شکایت نہیں کرتا۔ مقدروں کے معاملات تو ہیں ہی اچھا آج آپ کیسے تشریف لائے؟"
مرزا نے حکیم صاحب کے سوال پر تمام قصہ سنایا۔ مسلمانوں کی تجارت اور دارالحرب میں سود وغیرہ کی داستان سنا کر نواب جان کی تجارت کا بھی ذکر کیا۔ حکیم صاحب نے نواب جان کا نام سنکر قلم دوات اٹھائی اور حساب لگانا شروع کر دیا۔ جب مرزا صاحب تمام باتیں کہہ چکے اور آخر میں حکیم صاحب سے تشریف لانیکا ذکر کیا تو ایکدفعہ ہی حکیم صاحب بولے۔ میاں اس مہینے میں نواب جان کو تجارت شروع نہ کرنا۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ مہینہ تجارت کیلئے اچھا نہیں ہے بالخصوص جن کا نام حرف نون سے شروع ہوتا ہے ان کیلئے تو تجارت کی ابتدا زہر ہے"
مرزا" اچھا دوسرا مہینہ؟"
حکیم صاحب" ہاں وہ ٹھیک ہے۔ اس میں اس کی تجارت کامیاب ہو گی اور تمہارے خسر کا قرضہ بھی ادا ہو جائے گا"
مرزا" اجی یہ تو قضا و قدر کی باتیں ہیں حکیم صاحب مجھے تو اس پر یقین نہیں"
حکیم صاحب" قضا و قدر تو ہیں۔ مگر خدا نے آخر حساب بھی بنایا ہے۔ ہوتا تو وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔ مگر حساب بھی ہمارا صحیح ہے اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات اور بتا دوں"
مرزا" وہ بھی فرمائیے"

حکیم صاحب "تمہارے سالے کی دکان کو پنجابی لوٹیں گے"

مرزا "لوٹنا کیسا"

حکیم صاحب "کبھی لٹے لٹ کر رہے گی"

مرزا "اجی آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سرکار کا انتظام کہاں جائیگا"

حکیم صاحب "سرکار کے حکم سے دکان لوٹی جائے گی"

مرزا "آخر یہ کیوں"

حکیم صاحب "بس دیکھ لینا اب کیونکر خدا سے پوچھو"

مرزا "حضرت یہ فلسفہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ لوٹ کی کیا مصیبت ہوگی"

حکیم صاحب "میاں سارا شہر لوٹا جائیگا"

مرزا "تو کیا کوئی انقلاب ہونے والا ہے"

حکیم صاحب "آثار تو یہی ہیں"

مرزا "یہ انقلاب کب تک ہوگا؟"

حکیم صاحب "اس صدی کے اندر اندر ہو جائیگا"

مرزا "اجی صدی کس نے دیکھی ہے"

حکیم صاحب "خیر جو جئے گا وہ دیکھے گا"

مرزا "مجھے تو یہ انقلاب دیکھنا نہ ہوگا"

حکیم صاحب "تمہاری زندگی میں شاید ہو جائے"

مرزا "اگر واقعی کوئی انقلاب ہونیوالا ہے تو مجھ کو خدا اس سے پہلے موت دیدے"

حکیم صاحب "میاں موت زندگی تو خدا کے قبضہ میں ہے قسمت میں جو لکھا ہے وہ اٹل ہے"

مرزا "آپ کے پاس جب کوئی آئے آپ ایسی باتیں سنا دیتے ہیں"

حکیم صاحب "غلط نہیں کہتا۔ کوئی صوفی یا پیر تو میں ہوں نہیں لیکن استاد کی دعا سے کچھ سنا

سکھا دیا ہے۔ اسی کو لگا کر بتا دیا کرتا ہوں۔ اور تم کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ یہ انقلاب کہاں سے شروع ہوگا۔"

مرزا "یہ بھی بتا دیجئے۔"

حکیم صاحب "دہلی کے شمال کی جانب سے ہوگا۔"

مرزا "(کچھ سوچ کر) میرٹھ سے شروع ہوگا؟"

حکیم صاحب "خیر میں یہ نہیں بتاتا کہاں سے ہوگا۔ اب دہلی کے شمال میں جو بھی ہو۔"

مرزا "خیر صاحب خدا خیر کرے آپ نے تو مجھے خوف زدہ کر دیا۔"

حکیم صاحب "ہاں میاں خدا سے خیر ہی مانگو۔ شہر پہ مصیبت آنیوالی ہے سارا شہر زیر زبر ہو کر رہ جائے گا۔"

خیر اچھا مجھے اس مجلس میں کیوں مدعو کیا جاتا ہے۔"

مرزا "حکیم صاحب آپ کی تو رونق ہی ہے۔ شہر کے معززین، حضرات تشریف لائیں گے آپ کی شرکت بہت ضروری ہے۔"

حکیم صاحب "اجی میں نجومی، رمال، جفار، وہابیوں کا طرف دار، شاعر، فاسق فاجر مجھ گنہگار کا آپ کی مجلس میں کیا دخل۔"

مرزا "نہیں حضور! آپ ضرور تشریف لائیے۔"

حکیم صاحب "اگر شاہ صاحب تشریف لائے تو ضرور حاضر ہوں گا۔"

مرزا "شاہ صاحب نے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور تشریف لائیں گے۔"

حکیم صاحب "بس میاں عالم تو سارے شہر میں ایک ہی ہے۔"

مرزا "جی ہاں۔ شاہ صاحب کا کیا کہنا ہے۔ ایسے آدمی کہاں ہوتے ہیں۔"

حکیم صاحب "میاں شاہ صاحب کی جس دن آنکھیں بند ہو گئیں اس دن ہندوستان کا چراغ گل ہو جائیگا۔ خدا ان کو زندہ سلامت رکھے۔"

سترھواں باب

کافروں کی حکومت

مرزا "اچھا تو حکیم صاحب وعدہ کیجیے۔"

حکیم صاحب "ہاں بھئی میں نے کہا تو جہاں شاہ صاحب ہوں گے وہاں انکا غلام بھی ہوگا۔ واپسی تو رات تک ہوگی۔"

مرزا "جی ہاں۔ عشاء کا وقت ہو جائے گا"

حکیم صاحب "میں نے اس لئے دریافت کیا کہ اپنی سواری میں آؤں۔ تمہارا گھر بھی تو کالے کوسوں ہے۔"

مرزا فرحت اللہ حکیم مومن کے ہاں سے نکل کر مکان پہنچے اور شوکت آرا کو تمام واقعات سنا دئے، شوکت آرا دعوت کا سامان فراہم کرنے میں مصروف ہوگئیں جمعرات تک مرزا فرحت اللہ کو جواب موصول ہوگئے۔ بعض لوگوں نے معذرت کی اور بعض نے آنیکا وعدہ کیا۔ جمعہ کے دن سب سے پہلے مولوی فخر الدین صاحب تشریف لائے ان کے بعد حاجی علی جان صاحب بھی پہنچ گئے۔ نواب جان اور ان کے والد بڑے نواب صاحب بھی آگئے۔ حکیم مومن خان عصر کے وقت پہنچے اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بھی تشریف لے آئے۔ عصر کے بعد مجلس پوری جمع ہو گئی۔ مختلف باتیں ہوتی ہیں آخر مرزا صاحب نے شاہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔

"حضور! سلطنت مسلمانوں کی ختم ہوئی۔ ملازمت پر ہندو قابض ہو گئے۔ اب تھوڑی بہت تجارت باقی ہے سو اس کو مسلمان معیوب سمجھتے ہیں۔"

ابھی مرزا نے جواب نہیں دیا تھا کہ فوراً نواب جان کے والد بات کاٹ کر بولے "حضور معیوب نہیں سپاہی بچوں سے تجارت کب ہو سکتی ہے۔"

شاہ صاحب: "نواب! انسان سے کیا نہیں ہو سکتا۔ جو میدان میں جنگ کر سکتا ہے اس سے دکان پر نہیں بیٹھا جا سکتا؟"

نواب صاحب: (گھبرا کر) کوئی پیشہ کیوں نہ کریں؟"

مرزا: "پیشہ کیا کریں۔ دہلی میں لے دے کے چاندی کا کام ہے وہ سب ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اور ہندوؤں کی یہ حالت ہے کہ چار پیسہ کا کام بھی نکلتا ہو تو پہلے اپنوں کو دیتے ہیں۔ پھر مزدوری دینے میں مسلمانوں کو سخت تنگ کرتے ہیں۔ اگر آپ کے سو روپے بھی چڑھے ہوئے ہوں اور عید الاضحیٰ کا چاند ہو جائے تو مزدوری بند آپ کتنا ہی مانگئے لیکن پندرہ تاریخ سے پہلے ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے۔"

مولوی فخر الدین: "کیوں بھئی عید کے چاند میں کیا ہے؟"

مرزا: "اجی یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے روپیہ سے جانور ذبح کریں گے۔"

شاہ صاحب: "نواب صاحب! فرمایئے۔ جب ہندوؤں کی یہ حالت ہو تو مسلمان کیا کریں۔"

نواب صاحب: "حضور! پیشہ تو حبیب اللہ ہے۔ ٹوکری ڈھولیں۔"

شاہ صاحب: "خوب۔ ایک سپاہی بچہ ٹوکری ڈھو سکتا ہے لیکن تجارت نہیں کر سکتا۔"

نواب صاحب: "حضور! بڑے لوگوں سے سنا ہے کہ مسلمانوں کی روزی تلوار میں ہے۔"

شاہ صاحب: "تو کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ اور کسی طرح رزق کما ہی نہیں سکتے۔"

نواب صاحب: "جب تلوار میں ہے تو تلوار ہی سے کمانا چاہئے۔"

شاہ صاحب: "ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ ٹوکری ڈھولے۔"

مرزا فخرو جن کا نام جہام ابھی آیا تھا اور صرف تھوڑی گفتگو ابھی سُنی تھی ایکدفعہ ہی نواب صاحب کو خطاب کر کے بولے۔"

نواب صاحب آپ کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہے ہیں۔ میاں جو طریقہ حلال ہو اس سے روزی کمائی جا سکتی ہے۔ خدا حرام سے بچائے۔ خواہ مخواہ کی کج کشتی سے کیا مطلب۔"

نواب صاحب:۔ "(مرزا فخرو کو مخاطب بنا کے) جہاں پناہ! میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تجارت کو حرام کہتا ہوں، بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ فی زمانہ تجارت کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔"

مرزا:۔ "(شاہ صاحب کو مخاطب کر کے) حضور! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تجارت میں بعض محظورات شرعیہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔"

شاہ صاحب:۔ "ایسے کیا محظورات شرعی ہیں۔ جنکے بدون تجارت نہیں ہو سکتی جس شریعت نے تجارت کو حلال کیا ہے اس نے تجارت کے طریقے بھی بتا دئیے ہیں اب کوئی حلال چھوڑ کر حرام استعمال کرے تو یہ اسکی غلطی ہے۔ ایک شخص کی غلطی کے باعث تجارت ہی کو ناجائز کہنا تو صحیح نہیں ہے۔"

مرزا فخرو:۔ "کہئے نواب صاحب! اب تو آپکو اطمینان ہو گیا۔ اب تو نواب جان کو کاروبار کرا دیا؟"

نواب صاحب:۔ "جہاں پناہ مجھے کیا عذر ہے۔ نواب جان حضور کا خانہ زاد ہے جہاں چاہے جس کام میں لگا دیجئے۔"

مرزا فخرو:۔ "(نواب جان کی طرف دیکھ کر) لو صاحبزادے مبارک ہو۔ تمہارے باوا جان بھی راضی ہو گئے۔ اب بیٹا دنیا کے کاروبار کرنا۔ باوا کی ضعیفی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، اور بھائی قرضہ سے سبکدوش کرے۔"

مولنا فخر الدین:۔ "(مرزا فرحت اللہ سے مخاطب ہو کر) مرزا صاحب! وہ دار الحرب کا کیا تھا۔ شاہ صاحب سے دریافت کر لو۔ اس دن تو مجھ سے بہت بحث کر رہے تھے۔"

مرزا:۔ "نہیں حضور! وہ تو یوں ہی ایک بات کا خیال آ گیا تھا۔"

شاہ صاحب:۔ "نہیں آپ بے خوف دریافت کیجئے۔"

مرزا:۔ "حضور وہ تو صرف دار الحرب میں بحث تھی۔"

شاہ صاحب:۔ "دار الحرب کے متعلق کیا دریافت کرنا ہے۔"

مرزا:۔ "حضور وہ صرف یہ بات تھی کہ دار الحرب کی تعریف کیا ہے۔ اور دار الحرب کی تعریف میں ہندوستان داخل ہے یا نہیں؟"

مرزا فخرو:۔ (گھبرا کر) ارے میاں ان باتوں کا یہ کیا موقع ہے یہاں تفریح کیلئے جمع ہوئے ہیں تم مسئلے لیکر بیٹھ گئے۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہی تو شاہ صاحب کے دولت خانہ پر جاکر پوچھنا۔"

حکیم مومن خاں:۔ "میری بھی یہی رائے ہے۔ آج کل زمانہ بہت برا جارہا ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ یہ باتیں مجمع میں نہ کی جائیں "دیوار ہم گوش دارد"۔ کل ہی ایک مولوی صاحب کے مچلکے ہو چکے ہیں۔ بیچاروں نے ایک قرآن کی آیت کا ترجمہ بیان کر دیا تھا۔ کسی نے مخبری کر دی۔ غریب کا چالان ہوگیا۔"

مولوی فخر الدین:۔ "بھئی مرزا فرحت اللہ اگر ان حضرات کی یہی رائے ہے تو ہندوستان کا ذکر چھوڑ دو۔ اگرچہ مسئلہ کی بات میں مداہنت حرام ہے۔ بات صاف ہونی چاہیے۔ اگر مخبروں سے ڈرتے رہے تو حق بات مٹ جائیگی۔ کافرنگی حکومت ہے۔ اس میں حق کا اظہار واقعی جرم ہے۔ لیکن اللہ کے وہ بھی بندے تھے جو پھانسی کے تختوں پر حق کہتے تھے اگر سچی بات کے اظہار میں ہمیں کوئی تکلیف بھی پہنچے تو بلا سے ہم حق کہنے سے نہیں ڈرتے کمپنی ہمیں جیل خانہ میں ڈال سکتی ہے لیکن ہماری زبان پر قبضہ نہیں کر سکتی۔"

شاہ صاحب:۔ "اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ مسئلے میں سوائے خدا کے کسی سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ لوگوں کو میری رائے سننے کا شوق رہتا ہے۔ حالانکہ کمپنی بھی جانتی ہے اور سب مسلمان جانتے ہیں کہ میرے نزدیک ہندوستان دار الحرب ہے۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ لیکن کسی ملک میں احکام شرکیہ کا اجراء سابق امن کا عدم قیام اور دار الحرب سے اتصال تو ان میں سے کونسی بات ہندوستان میں نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ جو ایک دفعہ دار الاسلام ہو جائے۔ پھر دار الحرب ہی نہیں ہوتا۔ تو یہ ڈپٹی صاحب اور حکیم صاحب کی رائے ہے۔ بندہ اس کا قائل نہیں۔"

اٹھارہواں باب

ہندوستان دارالحرب ہے

مرزا فخرو: "قبلہ عالم جمعہ، جماعت اور عیدین وغیرہ کو تو کمپنی بہادر نہیں روکتی۔"

مولوی فخر الدین: "حضرت مرزا صاف معاف کیجئے اس سے کوئی ملک دارالاسلام نہیں بنتا۔ یہ چیزیں تو آج انگلستان اور پیرس میں بھی ممنوع نہیں ہیں، پھر کیا وہ بھی آپ کے نزدیک دارالاسلام ہیں؟"

مرزا فخرو: "احکام شرعیہ کا کیا اجراء ہو رہا ہے؟"

مولانا فخرو: "عدالتوں میں کیا قرآن کے موافق فیصلے ہو رہے ہیں۔ بازاروں میں بتوں کے جلوس نہیں نکل رہے؟ عیسائی پادری لب سڑک کھڑے ہو کر اسلام اور انبیاء علیہم السلام کے خلاف زہر نہیں اگل رہے، پھر اور کون سے احکام شرعیہ کا اجراء باقی ہے۔ کیا ہندوستان دارالحرب سے متصل نہیں ہے۔ پھر آپ کو دارالحرب کہنے میں کیوں جھجک ہوتی ہے۔ کیا حضور کو یہ ڈر ہے کہ قلعہ نہ چھن جائے۔ تو قلعہ تو ایک دن جہاں پناہ چھن کر رہیگا اور ہم تو اب بھی چھنا ہوا سمجھتے ہیں۔ آپ ہندوستان کو دارالاسلام کہیں گے جب بھی چھنے گا اور کمپنی بہادر کو امیر المومنین فرمائیں گے جب بھی چھنے گا۔ قلعہ تو انگریز آپ کے پاس چھوڑتے نہیں، پھر سچی بات کو غلط سلط کہنے سے کیا فائدہ۔"

مرزا فخرو: "آخر بعض عالم ہندوستان کو دارالاسلام بھی تو کہتے ہیں۔"

مولانا فخر الدین: "جہاں پناہ! آخر ہر مسئلہ میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتا ہے لیکن صحیح اور فیصلہ کن چیز معلوم کرنی چاہیئے۔ بیماری میں تو وہ نسخہ استعمال کیا جائے جس کو بہت سے اطبا پسند کریں اور مذہبی مسئلہ میں ضعیف قول دیکھا جائے۔ عام طور سے فقہائے کرام نے تین شرطیں بیان کی ہیں اور وہ تینوں شرطیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔

دارالحرب کا اتصال بھی ہے، احکام شرکیہ کا اجراء بھی ہے اور امان سابق کا وجود بھی ختم ہو چکا ہے، لیکن آپ کے نزدیک ابھی یہ ملک دارالاسلام ہے۔"

مرزا فخرو تو یہ باتیں سنکر کچھ چپ سے ہو گئے لیکن حکیم مومن خاں نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ مولانا معاف کیجئے گا میں کچھ اعتراض نہیں کرتا۔ کیونکہ میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور آپ لوگوں کی جوتی کو چبڑ کہنا بھی کفر ہے۔ ایک شبہ ہے اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں۔"

مولانا فخر الدین "فرمائیے۔"

حکیم مومن خاں "حضرت سنا ہے دارالحرب میں جمعہ اور عید کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیئے۔"

مولانا فخر الدین "حکیم صاحب آپ جیسے آدمی ایسی بات کہتے ہیں۔ جہاں کا فرمانروا بادشاہ عبادت سے روکتا ہو اور جماعت نہ کرنے دیتا ہو وہاں مجبوراً نہیں پڑھ سکتے لیکن جس ملک میں کافر بادشاہ جمعہ اور جماعت کی اجازت دیدے وہاں ادا کر سکتے ہیں۔ یہ عامی لوگوں کی باتیں ہیں کہ جہاں دارالحرب کا ذکر آیا اور کہنے لگے کہ جمعہ بند کر دو، عید کی نماز نہ پڑھو۔ سوال تو یہ ہے کہ اگر کسی ملک میں ان باتوں کی اجازت ہو تو کیا وہ دارالاسلام ہے۔ سو میں نے عرض کیا کہ جمعہ اور عیدین تو لندن میں بھی ادا کی جاتی ہے تو کیا وہ دارالاسلام ہے۔ جمعہ اور عید پڑھنا اور شئے ہے اور دارالحرب اور شئے ہے۔"

ان تمام باتوں کو سنکر حاجی علی جان سوداگر نے مرزا فخرو کی طرف دیکھ کر کہا "قبلہ عالم یہ لوگ مذہب کے سمندر کی مچھلیاں ہیں ان سے جیتنا مشکل ہے یہ جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں ان کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نواب جان کے والد آہستہ سے اٹھ کر مرزا فخرو کے پاس آئے اور مرزا فخرو کے کان میں چپکے سے کہا۔ "قبلہ عالم ذرا شاہ صاحب سے دریافت کیجئے کہ دارالحرب میں سود کا کیا حکم ہے؟" مرزا فخرو نے کہا "نواب آپ ہی دریافت کیجئے۔" نواب صاحب نے اصرار کیا کہ حضور ہی دریافت کریں میں تو ایک دفعہ بیوقوف بن چکا ہوں۔ مرزا فخرو نے

پھر کہا کہ بھائی اب مجھ کو بیوقوف بناؤ گے۔ شاہ صاحب جیسے متبحر سے بات کرنا کوئی آسان کام ہے لیکن آخر نواب صاحب کے اصرار سے مرزا فخرو راضی ہو گئے اور ایک دفعہ ہی سنبھل کر بولے "قبلہ شاہ صاحب لوگ کہتے ہیں آپ نے سود کے جواز کا فتویٰ دیا ہے"

شاہ صاحب "میں نے کہا یہ فتویٰ دیا ہے کہ سود کا لین دین کرنا چاہئے یا سود لینا جائز ہے"

مرزا فخرو "حضور سنتا ہوں کہ حضور سود کو جائز کہتے ہیں"

مولانا فخر الدین "آپ نے اس فتوے کو ملاحظہ کیا ہے"

مرزا فخرو "نہیں حضور میں نے نہیں دیکھا"

مولانا فخر الدین "پھر آپ نے کیسے رائے قائم کر لی۔ آپ کو نہیں معلوم آجکل علماء کو کس طرح بدنام کیا جا رہا ہے بالخصوص شاہ صاحب کے خاندان پر تو اتہام لگا دینے میں دنیا ایسی بیباک ہے کہ خدا کا خوف ہی دل سے نکل گیا ہے"

مرزا فخرو "میں تو صرف یہ دریافت کرتا ہوں کہ آخر اس مسئلہ کی صورت کیا ہے؟"

مولانا فخر الدین "حضرت شاہ صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے اس کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ دار الحرب میں حربی کا مال اگر اس کی رضامندی سے لے لیا جائے تو جائز ہے حربی کو دھوکہ یا فریب نہ دیا جائے۔ بلکہ اس کی رضامندی شرط ہے۔ اگر حربی رضامند ہو اور اس سے سود لے لیا جائے یا جو اکھیل کر اس کے روپیہ پر قبضہ کر لیا جائے تو اس روپیہ پر مسلمان کی ملک صحیح ہو جائیگی اس سے زیادہ فتویٰ کا اور کچھ مطلب نہیں ہے"

مرزا فخرو "ہم لوگ تو سنتے ہیں آپ نے سود کے جواز کا فتویٰ دیا ہے"

مولانا فخر الدین "معاذ اللہ اگر سود جائز ہوتا تو پھر تو یہ مطلب ہوتا کہ دینا بھی جائز ہے اور لینا بھی جائز۔ حالانکہ دینے کو تو سب حرام کہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ سود کا حکم نہیں بدلا لیکن اگر کوئی لے لے تو اس مال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اس بات کا یہ مطلب سمجھنا کہ دار الحرب میں سود کو جائز کر دیا اور اب علماء کے نزدیک سود میں کوئی گناہ نہیں رہا۔ ہم پر صریح بہتان ہے"

مرزا فخرو۔ "مولانا۔ بینکوں کے سود کا کیا حکم ہے؟"

مولانا فخر الدین۔ "اس کا بھی یہی ہے کہ بینکوں میں روپیہ سود کی غرض سے رکھنا ناجائز ہے لیکن اگر کسی ضرورت سے مجبوراً بینک میں روپیہ جمع کر دیا اور سود وصول کر لیا تو اس روپیہ کا استعمال جائز ہے۔"

مرزا فخرو۔ "اگر کوئی سود نہ لے اور بینک والوں کو دیدے تو کوئی گناہ ہوگا؟"

مولانا فخر الدین۔ "گناہ کچھ بھی نہیں، لیکن جو روپیہ سود کا نہ لیا جائے تو بینک اس روپیہ کو کیا کرتا ہے؟"

مرزا فخرو۔ "اپنے کام میں لے آتا ہے۔"

حاجی علی جان۔ "حضور ہم نے سنا ہے کہ مشن کو دیا جاتا ہے۔"

مولانا فخر الدین۔ "اچھا.... اس روپیہ سے مسلمانوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے۔"

محمود بخش اللہ والے۔ "جی ہاں یہ واقعہ صحیح ہے۔ ہم لوگ تو بینکوں میں روپیہ جمع کراتے رہتے ہیں۔ لیکن سود نہیں لیتے تو سنا ہے کہ یہ روپیہ مشنریوں کو دیدیا جاتا ہے اور وہ عیسائی بنانے پر صرف ہوتا ہے۔"

مولانا فخر الدین۔ "(حکیم مومن خاں سے مخاطب ہوکر) فرمائیے حکیم صاحب اب بھی ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں کچھ شک ہے۔ اب کہئے اس سود کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟"

حکیم مومن خاں۔ "حضور میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ آپ لوگ اہل علم ہیں مسئلہ کی علم سے تو آپ ہی واقف ہوں گے۔ لیکن ایسی حالت میں تو کوئی مسلمان بھی اس کو پسند نہ کرے گا۔ کہ اس کا روپیہ بینک یا عیسائی مشنریوں کو دیدیا جائے۔"

انیسواں باب

جنگ میں روپیہ کی ضرورت

مولٰنا فخرالدین "اب بتایئے حکیم صاحب کیسی مشکل ہے۔ مسلمانوں کو منع کیا جاتا ہے کہ بینک میں روپیہ نہ جمع کراؤ تو نہیں مانتے کہتے ہیں صاحب بدون بینک کے روپیہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جب ہم کہتے ہیں اچھا اگر تم کو روپیہ جمع ہی کرنا ہے تو پھر سود لیلو اور بینک میں سود نہ چھوڑو۔ تو کہتے ہیں میاں یہ مولوی حرام کو حلال کئے دیتے ہیں۔ غضب خدا کا اپنے روپیہ سے حربی گورنمنٹ کو فائدہ پہنچائیں اس کے بینکوں کو مضبوط کریں تو کوئی گناہ نہیں اپنے روپیہ کے نفع سے مسلمانوں کو مرتد بنائیں تو جائز۔ لیکن اگر شاہ صاحب یہ فتوٰی دیدیں کہ بینک سے روپیہ وصول کرلیا جائے اور کسی فلاح وبہبود کے کام میں خرچ کردیا جائے تو معاذ اللہ حرام کے حلال بنانیوالے ہوئے"

حاجی علی جان "(مولٰنا فخرالدین کو مخاطب کرکے) اجی قبلہ بمبئی کی جامع مسجد میں تو اور ظلم ہوا"

مولٰنا فخرالدین "کیا ظلم اسی معاملہ میں؟"

حاجی علی جان "جی ہاں یہی روپیہ کا معاملہ۔ گورنمنٹ کو کسی جنگ میں روپیہ کی ضرورت تھی اور جامع مسجد کا روپیہ جمع تھا۔ گورنمنٹ نے جامع مسجد کے ممبروں سے دریافت کیا کہ آپ کو ہم کو روپیہ قرض دے سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے ممبروں نے خوشی خوشی ایک لاکھ روپیہ گورنمنٹ کو قرض دیدیا اور جب گورنمنٹ نے اس روپے کے سود کا ذکر کیا تو ممبروں نے یہ کہکر انکار کردیا کہ سود ہمارے مذہب میں حرام ہے ہم سود نہیں لے سکتے"

مولٰنا فخرالدین "گورنمنٹ کی جنگ کہاں ہو رہی ہے"

حاجی علی جان "سنا ہے کہ خلیفۃ المسلمین سلطان ٹرکی کے کسی جزیرہ پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں لڑائی ہو رہی ہے۔ اور سلطان کی فوجوں سے انگریزی فوجیں

لڑ رہی ہیں، وہاں ہماری سرکار کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے اور مسلمانوں نے بھی سرکار کو روپیہ قرض دیا ہے۔ لیکن بمبئی کے مسلمانوں نے جامع مسجد کا روپیہ قرض دیدیا۔"

مولانا فخر الدین: "(مرزا فخرو کی طرف دیکھ کر) لیجیے قبلہ عالم آپ نے مسلمانوں کی کرتوت سنے۔ حاجی "سچے میاں" جھوٹ تو بولتے نہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں اس جامع مسجد کے کمیٹی کے ممبروں کو آپ کیا کہتے ہیں؟ خلیفۃ المسلمین کیخلاف گورنمنٹ برطانیہ کو روپیہ قرض دیا اور وہ بھی جامع مسجد کے روپیہ سے کعبہ ڈھوائیں۔ لیکن پھر بھی پکے اور سچے مسلمان اور ہم اگر اتنی بات کہدیں کہ لاکھ روپیہ کا سود گورنمنٹ کے پاس نہ چھوڑنا۔ بلکہ یہ روپیہ وصول کر لینا اور کم از کم اسی خیال سے وصول کر لینا کہ کچھ تو گناہ میں کمی ہو جائیگی۔ تو ہم کافر ہیں۔" آخر اس ظلم کا کوئی ٹھکانہ ہے۔

مرزا: "(مولانا فخر الدین صاحب کو مخاطب کر کے) کیوں مولانا یہ روپیہ تبلیغ اسلام میں خرچ ہو سکتا ہے؟"

مولانا فخر الدین: "میاں جب تمہاری ملک ہے تو سب کاموں میں خرچ ہو سکتا ہے تمہاری قوم میں بہت سے یتیم ہیں۔ بیوہ ہیں۔ ان کی تربیت میں خرچ کر سکتے ہو۔ تعلیم میں خرچ ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو سرکاری ٹیکسوں میں دیدیا کرو۔ ہم لوگوں کا مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ دار الحرب میں حربیوں کو کمزور کیا جائے۔ انکی طاقت کو بڑھنے نہ دیا جائے تعداد کو کم نہیں کر سکتے تو روپیہ کی قوت کو کمزور کیا جائے۔ انکی طاقت کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ تعداد کو کم نہیں کر سکتے تو روپیہ کی قوت کو کمزور کر دو اور اس کی صورت یہی ہے کہ ان کو روپیہ نہ دو اور اگر کسی وجہ سے دینا ہی پڑے تو جتنا کم ہو سکتا ہو اتنا کم کر دو۔ فرض کر لیجیے آپ نے سو روپے انگریزوں کو قرض دئے اور اس کا سود نہیں لیا تو پورے سو روپے دینے کا گناہ ہوا لیکن اگر آپ نے سال بھر میں تین روپے سود کے نام سے وصول کر لئے تو ستانوے کا گناہ رہا۔ یہاں تو حکیم صاحب یہ غضب ہو رہا ہے کہ مسلمان لاکھوں روپیہ حربیوں کو سود میں دے رہے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے (یعنی حربیوں کو سود دینا تمام علماء کے نزدیک حرام ہے) اور مسلمانوں کی تیوری پر بل نہیں۔ نہ ان کو گناہ کا خیال نہ یہ اہل کو

حرام سمجھیں۔ لیکن اگر ہم نے اتنا کہدیا کہ میاں دیتے تو ہو ان سے لے بھی لیا کرو۔ بس اتنا کہنا تھا کہ مسلمان بگڑ گئے، ہم حرام کے حلال کرنیوالے ہو گئے ہم نے دین کو بدل دیا اور خدا جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ صبح سے شام تک کتنی گالیاں پڑتی ہیں۔ مسلمانوں میں تعلیم نہیں تہذیب نہیں کسی معاملہ کی تحقیق نہیں کرتے، نہ مسئلہ دریافت کرتے ہیں، نہ کسی عالم کی صحبت میں بیٹھنے کی توفیق ہے۔ بلکہ جو منہ میں آیا کہہ ڈالا حالانکہ مسئلہ بالکل صاف ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میری اس تشریح سے آپ سب حضرات کے سامنے اس مسئلہ کی صاف تصویر آگئی ہوگی۔"

مرزا فخرو "مولانا میں آپ کی تقریر سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اسکا خلاصہ یہ ہے کہ آپکے نزدیک انگریزی حکومت میں کافروں کو سود دینا حرام ہے لیکن اگر ان سے لے لیا جائے تو اس کا استعمال جائز ہے۔"

مولانا فخرالدین "جی ہاں مطلب یہی ہے، الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ لیکن شاہ صاحب کے فتوے کا تقریباً مطلب یہی ہے۔"

مرزا "حضرت یہاں تو الٹی بات ہو رہی ہے۔ لوگ لینے کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور دینے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے۔"

محمود بخش اللہ والے "(مولانا فخرالدین کو خطاب کر کے) حضرت مولانا! میری برادری کے اکثر لڑکے پارے کلکتہ چلے گئے ہیں کولوٹولہ میں کچھ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ چند دکانیں ان لوگوں نے وہاں کھولی ہیں۔ ہندوؤں کے روپے سے کاروبار کرتے ہیں۔ پرسوں میاں عبدالرزاق، چانولے کا خط آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ دہلی کے مسلمان پنجابی ایک لاکھ روپیہ ماہوار سود ہندوؤں کو دے رہے ہیں۔ قبلہ میں تو خط پڑھ کے سناٹے میں آگیا کہ یا اللہ اس پنجابی قوم کا کیا حشر ہوگا۔"

حاجی علی جان "بھائی محمود بخش کلکتہ کے پنجابیوں کو کیا کہتے ہو تمہاری دہلی میں کیا ہو رہا ہے۔ تمہاری برادری کی حالت تو دن بدن ابتر ہوتی جاتی ہے۔ مجھے معاف کرنا تمہارے ہاں رسمیں تو اب تک ہندوؤں کی چلی آتی ہیں۔ مجھے تو آپ لوگ غیر مقلد اور لا مذہب ہی کہتے

ہیں۔ لیکن آپ کے ہاں فی صدی اسی رسمیں ہندوؤں کی ہیں"

محمود بخش "بھی حاجی جی! ہماری قوم کو مسلمان ہوئے ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں"۔

مرزا فخرو "(محمود بخش اللہ والے کیطرف دیکھ کر) ارے میاں یہ کیا کہتے ہو کہ مسلمان ہوئے کتنے دن ہوئے۔ کیا یہ حاجی علی جان نو مسلم نہیں ہیں"

حاجی علی جان "نہیں قبلہ عالم میرا خاندان نو مسلم نہیں ہے"

مرزا فخرو "کیوں بھی کشمیری ہو یا نہیں؟"

حاجی علی جان "قبلہ عالم میرے آبا و اجداد ہندوستان کشمیر سے ضرور آئے ہیں لیکن ہم لوگ کشمیر کے ہندو نہیں ہیں بلکہ ہمارے مورث اعلیٰ حضرت عمرؓ کے زمانہ ہی میں ایران چلے آئے تھے اور جب ایران کی سلطنت کمزور ہو گئی تو ہم لوگ تبلیغ کی غرض سے کشمیر آئے تھے اور وہاں سے ہندوستان چلے آئے، ایران میں جس قدر ہمیں کامیابی ہوئی ہندوستان میں نہیں۔ یہاں ہندوؤں کا بہت زور تھا۔ اس لئے ہم نے یہاں اول اول علاقہ بندی کا کام شروع کیا اور پھر تجارت کی لائن اختیار کر لی۔ میرے بزرگ اور خواجہ ولایت علی کے بزرگ دونوں ساتھ آئے تھے۔ جب ہم کو تبلیغ میں ناکامی ہوئی تو ہم نے زیور میں ڈورے ڈالنے کا کام سیکھ لیا"۔

مرزا فخرو "خواجہ ولایت علی کون جو چیلوں کے کوچہ میں رہتے ہیں"

حاجی علی جان "جی ہاں جو آج کل نواب مصطفےٰ خاں کے مختار عام ہیں"

مرزا فخرو "ہاں۔ وہ بھی کشمیری ہیں۔ وہ آپ کے رشتہ دار ہیں"

حاجی علی جان "قبلہ عالم میرے جد اعلیٰ اور ان کے جد اعلیٰ دونوں کشمیر سے ہندوستان میں ساتھ ساتھ آئے۔ جب یہاں سکونت اختیار کر لی تو آپس میں رشتہ داری بھی ہو گئی"

بیسواں باب

اسلام قبول کرلیا

مرزا فخرو۔ "تو آپ کو ہندوستان آئے ہوئے کتنا زمانہ ہوا؟"

حاجی علی جان۔ "یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ لیکن اتنا سنا ہے کہ حضور کے جد امجد سلطان الملۃ اکبر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تاج پوشی ہمارے بزرگوں کے سامنے ہوئی ہے۔"

مرزا فخرو۔ "اچھا تو آپ لوگ بہت پرانے ہندوستانی ہیں۔"

حکیم مومن خاں۔ "ہندوستانی کیا بلکہ ایرانی۔"

مرزا۔ "اگر یہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آئے تھے تو انصاری ہوئے۔"

مرزا فخرو۔ "میاں انصاری آجکل جولاہوں کو بھی کہتے ہیں۔"

حاجی علی جان۔ "آجکل جتنے کشمیری ہیں وہ سب چار دن کے آئے ہوئے ہیں۔"

مرزا فخرو۔ "یہ جھبوجی بھی تو آپ کے رشتہ دار ہیں۔"

حاجی علی جان۔ "جی ہاں۔ ہم سب لوگ ایک دادا کی اولاد ہیں۔ آگے ہاں بھی علاقہ بندی ہوتی ہے۔"

مرزا فخرو۔ "تو یہ خواجہ ولایت علی بھی کشمیری نہیں ہیں۔"

حاجی علی جان۔ "قبلہ عالم کشمیر کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ اگرچہ ہندوستان میں کشمیر ہی سے آئے ہیں۔"

مرزا فخرو۔ (اللہ والوں کی طرف دیکھ کر) "لو کیسی یہ حاجی علی جان تو نومسلم ہونے سے انکار ہی کرتے ہیں۔ تب تو انکا اعتراض صحیح ہو کہ آپ لوگوں میں ابتک ہندوؤں کی رسمیں موجود ہیں۔"

محمود بخش۔ (اللہ والے) "حضور اب تو بہت سی رسمیں کم ہو گئیں۔ ورنہ ہم لوگ تو اس قسم کی بہت سی رسموں میں مبتلا تھے۔"

مرزا فخرو۔ "آپ لوگ تو شمس تبریز کے ہاتھ مسلمان ہوئے ہیں۔"

محمود بخش۔ (اللہ والے) "قبلہ عالم سنا تو یہی ہے۔"

حاجی علی جان "جہاں پناہ! واقعہ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اصل میں یہ لوگ مولانا شمس الدین صاحب ملتانی کے وعظ سے مشرف با سلام ہوئے ہیں۔ لیکن آجکل پیر پرستی کا زور ہے ایک اچھی بات کو فقیروں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اب یہاں تک لوگ فقیروں کے معتقد ہوئے ہیں کہ اہل علم کی خدمت بھی انہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔"

محمود بخش "(اللہ والے) بھائی حاجی جی مشہور تو یہ ہے کہ ہمارے بزرگ گنگا نہانے جا رہے تھے کہ راستے میں شمس تبریز نے دریافت کیا اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ گنگا نہانے جا رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہم گنگا کو یہیں بلا دیتے ہیں جب ہمارے بزرگوں نے گنگا کو بہتے ہوئے دیکھا تو اسلام قبول کر لیا۔"

حاجی علی جان "نہیں میاں محمود بخش! یہ قصہ غلط ہے۔ مولانا شمس الدین صاحب جو اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ ہیں ان کی تبلیغ سے ایک پورا قافلہ مسلمان ہو گیا۔ اس قافلے میں گوتھ کے لوگ شامل تھے۔ انہی کی آپ اولاد ہیں ہمارے بزرگوں کے سامنے کا معاملہ ہے اسوقت تو اسی طرح گاؤں کے گاؤں مسلمان ہوتے تھے۔ اگر قبلہ عالم مجھے معاف کریں اور میری گستاخی کو درگذر کریں تو میں عرض کرونگا کہ اگر مسلمان بادشاہ تھوڑی سی توجہ کرتے تو آج ہندوستان میں ایک کا پتہ ہندو بھی نہ لگتا۔ اور اب تو جناب دنیا ہی بدل گئی۔ اب تو ہندوؤں میں قومیت کا ایسا سوال پیدا ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اسلام کو روکا نہ گیا تو ہندو قوم فنا ہو جائے گی۔ آجکل اسلام کی اشاعت آسان کام نہیں۔"

مولانا فخر الدین "آپ حضرات نے ایک نئی بحث شروع کر دی۔ وہ سود کا مسئلہ تو گاؤ خورد ہو گیا۔ اب تبلیغ اسلام کا قصہ شروع کر دیا گیا۔ میں عرض کرتا ہوں اب بھی کچھ نہیں گیا ہے اگر مخلص کارکن ہوں اور روپیہ ہو تو اب بھی آدھا ہندوستان مسلمان ہو سکتا ہے ہندوستان اسلام کے لئے تشنہ ہے۔ لیکن ہمیں کام کرنا نہیں آتا۔"

مولانا فخر الدین کے ارشاد فرماتے ہی مجلس میں سے کئی آوازیں آئیں کہ "حضرت وہ کیا صورت ہے کیوں ہندوستان اشاعت اسلام کیلئے تشنہ ہے۔ لیکن ہمیں کام کرنا نہیں آتا۔"

مولانا فخر الدین کے ارشاد فرماتے ہی مجلس میں سے کئی آوازیں آئیں کہ "حضرت وہ کیا
صورت ہے اب اشاعت اسلام کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور آدھا ہندوستان کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے؟"

مولانا فخر الدین۔ میاں ہر زمانہ کا رنگ الگ الگ ہوتا ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ
میں تبلیغ کا طریقہ اور تھا۔ اور جب میاں خالص ہندوؤں کی حکومت تھی اسوقت تبلیغ کا طرز اور
تھا۔ آجکل انگریزی حکومت میں تبلیغ کا رنگ اور ہے۔ زمانہ کیساتھ ساتھ طریقہ کار بھی بدلتا رہتا
ہے ہندوؤں کے زمانہ میں ہمارے بزرگوں نے اپنی روحانیت، ایثار، و اخلاص کے زور سے
مسلمان بنایا، برسوں فقیر بنکر پڑے رہے لوگوں کو سمجھاتے رہے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں
اور آخر ایکدن کامیاب ہو گئے۔ بادشاہوں کے زمانہ میں صرف اچھے اخلاق اور پیار و محبت سے
کام نکل گیا اب مادیت کا دور ہے۔ مسلمانوں میں روحانیت کا فقدان ہے۔ سلطنت نہیں جبتک
اثر پڑے۔ کوری مادیت ہی مادیت ہے۔ اسوقت اسباب مہیا کرنیکی ضرورت ہے۔ میں آپ
حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ عیسائی کیوں کامیاب ہو رہے ہیں، حالانکہ سلطنت کا
کوئی مذہب نہیں۔ اگرچہ اندرونی ہمدردی یقیناً حکومت کی عیسائی کیساتھ ہے لیکن حکومت
کی علانیہ پالیسی بالکل غیر جانبدار ہے پھر عیسائیوں میں روحانیت بھی نہیں ہے۔ آخر وہ
کیا وجہ ہے جس سے عیسائیت بڑھ رہی ہے۔ آپ کے ہاں کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو
بھیک مانگتا پھرے کوئی سوسائٹی اس کو ملانیکو تیار نہ ہو۔ بھلا اس طرح کہیں اسلام پھیلتا ہے
نو مسلموں کیلئے تعلیم و تربیت کا انتظام نہیں کوئی ہسپتال نہیں۔ کوئی مسلمانوں کا اسکول
نہیں۔ کوئی مبلغ نہیں۔ صرف یہ کہنا جانتے ہیں کہ اب اسلام کی اشاعت مشکل ہے۔ آپکو
معلوم ہے مشن اسکول کے ذریعہ کتنے لوگ عیسائی ہوتے ہیں، مشن ہسپتالوں کے ذریعہ
کتنے مریض بپتسمہ لیتے ہیں اور عیسائی کس طرح گاؤں گاؤں لڈو بانٹتے پھرتے ہیں اور کئی لاکھ
روپے کی کتابیں ہر سال تقسیم کی جاتی ہیں۔ بھائی کام تو کرنے سے ہوتا ہے۔ باتوں سے تھوڑی
ہوا کرتا ہے۔ اگر دہلی کے پنجابی نو مسلم ہیں اور ان میں ہندوانی رسمیں موجود ہیں تو ان کو

چھڑانے کی کوشش کرو۔ اس سے تو کام نہیں چلتا کہ ان کو نو مسلم کہہ کر چھوڑ دیا جائے۔"

شاہ صاحب: "نو مسلم کوئی عیب کی بات نہیں ہو۔ انصاری ہوں یا مہاجر سب ہی نومسلم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر سب ہی کافر تھے، آپ کی بعثت کے بعد ہی مسلمان ہوئے ہیں، تو اس اعتبار سے ہم سب نومسلم کی اولاد ہیں۔ رہی تبلیغ تو مجھے مولانا فخر الدین کی رائے سے اتفاق ہے کہ اگر کام کیا جائے تو اس وقت بھی ہندوستان میں لاکھوں مسلمان ہو سکتے ہیں اور میرا خیال ہو کہ جس قدر تعلیم زیادہ ہو گی غیر مسلم اسلام سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ ابتداء میں یقیناً قومیت کا احساس ہوگا اور عام طور سے ہندو یہ سمجھیں گے کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو ہماری قومیت مٹ جائیگی۔ لیکن صرف قومیت کے ڈر سے اسلام کو نہ قبول کرنا یہ ہر شخص کی ذہنیت نہیں ہو سکتی۔ کچھ لوگ یقیناً اس خیال کے ہونگے کہ وہ حق بات کو قبول کرنے میں دریغ نہیں کریں گے اگر تعلیم یافتہ ہندو ایک بھی مسلمان ہو جاتے تو وہ ہزاروں جاہل ہندوؤں سے بہتر ہے، تعلیم یافتہ انسان پر دباؤ یا لالچ کا شبہ نہیں کیا جا سکتا ہندوؤں میں اس وقت بھی اکثر حضرات ایسے ہیں جو توحید کو پسند کرتے ہیں اور شرک سے بیزار ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ بعض ہندو بیواؤں کے نکاح پر بھی زور دے رہے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے خود مجھ سے کہا کہ طلاق اور خلع اسلام میں یہ دو چیزیں ہیں کہ ہندو دھرم میں بھی داخل ہونی چاہئیں ہندوؤں کے بعض سمجھدار آدمی یہ بھی چاہتے ہیں کہ عورت کے لئے وراثت کا حق تسلیم کر لیا جائے یہ تمام باتیں اسلام کی ہیں جو آہستہ آہستہ غیر مسلموں میں داخل ہو رہی ہیں اور سمجھدار ہندو اس امر کا اقرار کر رہے ہیں کہ اسلام بہت اچھا مذہب ہے اگر ایسی فضا میں کوئی منظم کوشش کی جائے اور نومسلموں کے لئے راحت و آرام کا سامان مہیا کر دیا جائے اور انکی صحیح تربیت دی جائے اور پھر انہی نومسلموں سے تبلیغ کرائی جائے تو ایک صدی میں ہندوستان کی کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ بدون کسی سعی کے ابتک لاکھوں ہندو مسلمان ہو چکے ہیں۔"

اکیسواں باب

انگریز تو اہل کتاب ہیں

میں نے تو دہلی کے ایک بہت بڑے ہندو رئیس سے کہا تھا کہ کیوں لالہ صاحب آپ مسلمان بادشاہوں کو طعنہ دیا کرتے ہیں کہ صاحب انہوں نے زبردستی ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ لیکن اب انگریزی حکومت میں تو آپ پر کوئی ظلم نہیں کر رہا۔ پھر آپ کیوں اسلام قبول کر رہے ہیں۔ بیوہ کا نکاح، طلاق، خلع، راثت، توحید، یہ تمام باتیں اسلام کی ہیں۔ پھر آپ لوگ کیوں ان باتوں کو اپنے ہاں رائج کر رہے ہیں۔ آج آپ پر کون زبردستی کر رہا ہے"

میری اس تمام گفتگو کے بعد رائے صاحب کو کوئی جواب نہیں بن پڑا اور کھسیانے ہو کر کہنے لگے۔ مولانا صاحب جس دھرم میں پرماتما نے پیدا کر دیا اب تو وہی اچھا ہے۔ تو حضرات خدا کا شکر ہے اب تو ہندوستان میں تبلیغ کا وقت آیا ہے اگر مسلمانوں نے اس وقت کو کھو دیا تو بہت پچھتانا پڑیگا۔ فرض کر لو اگر ہندوؤں نے اسلام کو قبول نہ بھی کیا تو بھی ہماری کامیابی ہے ہندوؤں کو صحیح اور اچھی بات معلوم کرنے کی عادت تو پڑے گی اور اپنا مذہب انکو مطمئن نہ کر سکے گا تو لامحالہ وہ کسی اچھے مذہب کا تجسس کرینگے۔ عیسائیت انکو تسکین نہ دے سکیگی کیونکہ آجکل کی عیسائیت صرف چند پادریوں کی تقلید اور تثلیث کی آلودگی سے بالکل گھناؤنی شے ہو گئی ہے۔ اسلئے عیسائیت میں قلب کے اطمینان کا کوئی سامان نہیں ہے اور ہندوؤں کیلئے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ اگر وہ صحیح اطمینان اور تسکین چاہتے ہیں تو اسلام کو قبول کریں۔ تعلیم یافتہ ہندوؤں کیلئے بہترین اور مدلل کتابیں لکھی جائیں۔ عام ہندوؤں کیلئے چھوٹی چھوٹی کتابیں ہندی زبان میں لکھ کر شایع کرائی جائیں۔ نو مسلموں کیلئے تعلیمی اور صنعتی درسگاہیں کھولی جائیں۔ اسلامی دواخانے قائم کئے جائیں اور دیہات کے غریب ہندوؤں کو مفت دوائیں تقسیم کی جائیں۔ جس کاغذ پر نسخہ لکھا جائے اس کاغذ پہ چند سطریں اسلامی

عقائد کی لکھدی جائیں۔ چھوٹے چھوٹے اسلامی رسالے لکھے جائیں۔ غرض جس طرح ہوسکے ہندو کے ہر گھر میں اسلامی تعلیم پہنچا دی جائے۔ اگر مسلمان تھوڑے عرصہ کیلئے تبلیغی سرگرمی اختیار کرلیں تو آپ دیکھیں گے کہ اسلام کس طرح لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرتا ہے۔

مگر میاں! جب چنے ہوئے تو دانت نہیں جب دانت تھے تب چنے نہیں جب سلطنت تھی تو یہ ترکیبیں نہ سوجھیں اور جب ترکیبیں سوجھیں تو مسلمانوں کا کوئی سرپرست نہ رہا اب یہ کام کرے تو کون کرے مسلمانوں کو اپنی رنگ رلیوں سے فرصت نہیں ہر وقت فسق و فجور میں مبتلا ہیں اسلام کی خدمت کا خیال کس کو ہے حضرات علما کیلئے جمع خاطر کا کوئی سامان نہیں۔ یہ بیچارے خود پریشان ہیں۔ امرا اس زمانے کے فاسق اور علما مفلس فقرا اور صوفیا جاہل یہی طبقے تھے جن سے اسلامی تبلیغ کی توقعات وابستہ تھیں اور یہی مفلوج ہو گئے۔ اب صرف خوش کن باتیں ہیں کسی جگہ جمع ہو کر کر لیجئے۔ آج مرزا فرحت کے ہاں بھی یہ صحبت اچھی رہی۔ آپ حضرات کی زیارت ہو گئی۔ ورنہ میں نے تو موجودہ طوائف الملوکی سے تنگ آ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ آجکل کوئی کسی کی سنتا نہیں۔ ہر شخص تیس مار خاں بنا ہوا ہے۔ اس ملک میں انگریز کیا آئے کہ ہر آدمی لاٹ صاحب بن گیا۔ نہ کسی بڑے کا ادب ہے نہ کسی چھوٹے پر شفقت ہے غرض مسلمانوں کی حالت دیکھ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے اور اپنا کلیجہ مسوس کر رہ جاتا ہوں، قتیل بیچارے کا شعر پڑھا کرتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الہامی شعر ہے ؎

اس زمانے میں ظفر ہم سے اگر پیچ ہو کچھ ۔۔۔ اپنا گھر اچھا ہے آپ اچھی قناعت اچھی

حضرت شاہ صاحب نے یہ تمام تقریر کچھ اس انداز سے کی کہ سامعین پر ایسا اثر ہوا کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ مرزا فخرو تو رونا جانتے ہی نہیں اور بڑے نواب صاحب بھی ایسے ہی سخت ہیں۔ لیکن ان دونوں کے ریشمی رومال بھی روتے روتے تر ہو گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں حکیم مومن خاں کا قلب بھی کسی بڑے سے بڑے صدمہ سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن شاہ صاحب کی تقریر کی

ان پر ایسا اثر ہوا کہ آنسوؤں کی لڑیاں بہ گئیں۔ حاجی علی جان اگرچہ اہل حدیث ہیں اور عام طور سے
کہا جاتا ہے غیر مقلد بہت سخت ہوتے ہیں لیکن نہایت رقیق القلب ہیں۔ دہلی کے مسلمانوں
میں سب سے بڑے سوداگر ہیں۔ انگریزوں کی نگاہ میں بھی انکی بڑی وقعت ہے۔ لوگ انکو "سیٹھ میاں" کہتے
ہیں۔ باوجود لکھ پتی ہونے کے پانچوں وقت جماعت سے نماز پڑھتے ہیں اور کبھی تہجد ناغہ نہیں کرتے
انکی تو یہ حالت ہوئی کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ محمود بخش اللہ والے بھی نہایت نیک آدمی ہیں
پنجابیوں کے چودھری ہیں۔ سارے شہر میں بڑی عزت کے مالک ہیں۔ کاروبار تو انکا بڑا لڑکا محبوب
بخش کرتا ہے اور یہ تو دن بھر لوگوں کے مقدمات ہی فیصل کیا کرتے ہیں۔ پنجابی قوم کی انھوں نے بہت اصلاح
کی ہے۔ نہایت سمجھدار آدمی ہیں۔ دہلی کا ڈپٹی کمشنر جبتک انسے مشورہ نہ کرلے کوئی کام نہیں کرتا انکی
بھی یہ حالت ہوئی کہ آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئیں۔ شاہ صاحب جب تقریر کر چکے تو فرمایا اب
مجھے اجازت دیجئے اور اگر کوئی اور بات ہو تو میں حاضر ہوں۔ مرزا فرحت نے اصرار کیا کہ حضور کھانا کھا کر
تشریف لیجائیں لیکن شاہ صاحب نے فرمایا میں پرہیزی کھانا کھایا کرتا ہوں اسلئے اگر مجھے معاف کر دیا
جائے تو بہتر ہے۔ مرزا فرحت سمجھ گئے کہ شاہ صاحب کا پرہیز یہی ہے کہ آپ جو کی روٹی کھائیں گے۔
اسلئے مرزا فرحت نے کہا حضور میں نے پرہیزی کھانا بھی تیار کرا یا ہے۔

شاہ صاحب جسقدر معذرت فرماتے تھے اتنا ہی مرزا فرحت کی جانب سے اصرار ہوتا تھا مرزا
فرحت کے اصرار کو دیکھ کر مجلس کے دوسرے اصحاب نے بھی درخواست کی اور جب شاہ صاحب
کو زیادہ مجبور کیا گیا تو شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔ اب مغرب کا وقت قریب ہو چکا تھا سب
لوگ مسجد میں چلے گئے۔ مرزا فخرو اور نواب جان کے والد نے مکان ہی پر مغرب کی نماز ادا کی۔

شوکت آرا نے مغرب کی نماز پڑھتے ہی بڑے دالان میں دسترخوان بچھوا دیا اور تمام کھانے
دسترخوان پر چنوا دئے۔ لوگ مغرب کی نماز سے واپس آئے تو دسترخوان تیار تھا تمام حاضرین کے
ہاتھ دھلوائے گئے۔ لیکن سب سے پیشتر شاہ صاحب اور مولانا فخر الدین کے ہاتھ دھلوا کر اندر مکان
میں بھیج دیا گیا۔ شاہ صاحب اور مولانا فخر الدین صاحب جب دسترخوان پر تشریف لے گئے

تو یہاں مرزا فخرو کیلئے سونے کی سلفچی منگوائی گئی آفتابہ چاندی کا تھا لیکن اسپر بھی سونیکا ملمع تھا۔ جب حاجی علی جان کے سامنے سلفچی آئی تو فرمانے لگے "بھائی! میں اوّل تو ٹکے کا علاقہ بند ہیں اور میرے باپ دادا نے بھی سونیکی سلفچی نہیں دیکھی۔ پھر بدقسمتی سے غیر مقلد ہوں۔ سونیکا استعمال بھی حرام جانتا ہوں۔ یہ چیزیں تو بادشاہوں کیلئے ہیں"۔ غرض بڑے نواب اور مرزا فخرو نے سونیکی سلفچی میں ہاتھ دھوئے اور پھر سب صاحب اندر تشریف لیگئے۔ دسترخوان پر روشنی بہت کافی تھی۔ ہر شخص کے آگے موم بتی کا ایک لیمپ رکھا ہوا تھا۔ دالان میں ہنڈیاں اور دیوارگیر لیمپ کنول کیمپ تھے۔ غرض سارا دالان بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ شاہ صاحب نے جو کی ٹکیاں باقرخانیوں کے نیچے چھپا رکھی تھیں۔ آہستہ آہستہ انہی ٹکیوں کو کھا رہے تھے، حاضرین میں سے کسی کو محسوس بھی نہیں ہوا۔ اور شاہ صاحب نے جو کی ٹکیوں سے پیٹ بھر لیا۔ مختلف کھانوں میں سے بھی تھوڑی تھوڑی چیزیں چکھ لیں۔

کھانے ہی کے دوران پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حکیم مومن خان نے کہا آج شاہ صاحب قبلہ نے ایسی تقریر فرمائی ہے کہ میرے تمام شبہات دور ہو گئے۔ حاجی علی جان بولے سبحان اللہ سود کے مسئلہ کی کیا تحقیق فرمائی ہے۔ محمود بخش اللہ والے نے کہا گورنمنٹ کا معاملہ تو صاف ہو گیا لیکن ہندوؤں کے متعلق نہ معلوم کیا حکم ہے۔ محمود بخش کے منہ سے نکلتے ہی مرزا فخرو نے کہا میاں اللہ والے! انگریز تو اہل کتاب ہیں۔ جب نصاریٰ جن کی قرآن میں بھی تعریف آئی ہے ان سے سود لینا جائز ہو گیا۔ تو ہندو تو ان سے بدتر ہیں پھر ان سے کیوں نہ لیا جائے۔

حاجی علی جان "قبلہ عالم معاف فرمائیے۔ یہ استدلال تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔ بڑے لوگوں کے سامنے بولنا بھی بے ادبی ہے۔ لیکن یہاں اچھے بُرے کا سوال نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس معاملہ کا دار و مدار تو برتاؤ پر ہے۔ اچھا یا برا حربی ہو تو معاملہ دوسرا ہو گا۔ اور ذمی کا معاملہ دوسرا اسی طرح معاہد کا معاملہ حربی اور ذمی سے بالکل الگ ہو گا"۔

بائیسواں باب

قرآن جھوٹا نہیں ہے

حکیم مومن خاں "میں کہتا ہوں یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ انگریز ہندوؤں سے اچھے ہیں۔ مجھے تو اسی میں شبہ ہے۔ انگریزوں کا شر ہندوؤں سے زیادہ ہے۔"

مرزا فخرو "کیا قرآن میں نصاریٰ کی تعریف نہیں ہے؟"

حکیم صاحب "قبلہ عالم قرآن میں تو ہر اچھے آدمی کی تعریف کی گئی ہے۔"

مرزا فخرو "نہیں صاحب مشرکوں کے مقابلہ میں نصاریٰ کی تعریف آئی ہے وہ اہل کتاب ہیں اور ہندو مشرک ہیں۔"

حکیم صاحب "قبلہ عالم! یہودی بھی تو اہل کتاب ہیں۔"

مرزا فخرو "(گھبرا کر) یہودیوں کی اور بات ہے۔"

حاجی علی جان "(مرزا فخرو کو مخاطب کر کے) قبلہ عالم! اگر اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے آپ انگریزوں کی تعریف کرتے ہیں تو یہودیوں کی بھی تعریف کیجیے اور اگر اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے تعریف نہیں ہے تو پھر کافر سب برابر۔"

مرزا فخرو "(کچھ بگڑ کر) نہیں میاں تم سمجھتے نہیں۔ بابا قرآن تو جھوٹا نہیں ہے۔"

حاجی علی جان "نہیں حضور! قرآن تو جھوٹا نہیں ہے۔ لیکن قرآن کا مطلب سمجھنا بھی تو ہر ایک کا کام نہیں ہے۔"

مرزا فخرو "(کچھ سوچ کر) دیکھو وہ آیت کونسی ہے یاد نہیں آتی اس میں صاف لکھا ہے کہ انگریز مسلمانوں کے دوست ہیں اور یہود و مشرکین دشمن ہیں۔"

حکیم مومن خاں "قبلہ عالم! اگر قرآن میں ایسا لکھا ہے تو معلوم ہو گیا کہ انگریزوں کی دوستی کے باعث ان کی تعریف ہے اگر اہل کتاب کی حیثیت سے تعریف ہوتی تو پھر یہود

کی بھی تعریف ہوتی۔ اسلئے اہل کتاب کی بحث تو ختم ہوئی۔ اب دشمنی دوستی کی بحث رہی جو مسلمانوں سے دوستی کرے وہ اچھا اور جو دشمنی کرے وہ برا۔"

مرزا فرحت سے یہ تمام باتیں سنکر ضبط نہ ہوسکا۔ اور انہوں نے ان لوگوں کو مخاطب کرکے کہا "انگریزوں کی دوستی ظاہر ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا ملک چھین لیا۔ اس سے بڑھکر اور کیا دوستی ہوگی۔ روس سے ملکر ترکی کی سلطنت کو تکہ بوٹی کردیا۔ مکہ اور مدینہ کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ کابل کو غلام بنا چکے۔ ایران کو دباتے چلے جاتے ہیں۔ سلطان ٹیپو کو تباہ ہی کرچکے۔ دکن کی سلطنت پر قبضہ جماچکے۔ آصف جاہ کو بے دست و پا کردیا۔ اس سے بڑھکر انگریز اور کیا مسلمانوں کی دوستی کا حق ادا کریں گے۔ پھر بھی انگریز اچھے اور ہندو برے بھلا جب مسلمانوں کی یہ ذہنیت ہو تو اس ملک میں انگریزوں کا راج کیوں نہ ہو۔"

مرزا فخرو "میاں ہم پہ کیوں بگڑتے ہو۔ خدا سے کہو اس نے انگریزوں کی تعریف کیوں اپنے قرآن میں کی۔"

مرزا "حضرت قبلہ مجھے تو قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں معلوم ہوئی جس میں خدا نے انگریزوں کی تعریف کی ہو۔"

مرزا فخرو "ارے میاں وہ چھٹے پارہ میں کونسی آیت ہے۔"

مولانا فخر الدین "ارے بھائی فرحت! شاید قبلہ عالم اس آیت کو فرماتے ہونگے

مرزا فخرو "ہاں ہاں یہی آیت یہ چھٹے پارے میں ہے نا۔"

مولانا فخر الدین "جی ہاں چھٹے پارے میں ہے۔ لیکن اس میں تو انگریزوں کا ذکر نہیں ہے۔ حبشیوں کا ذکر ہے۔"

مرزا فخرو "نہیں صاحب اسی میں ہے۔ مجھے تو ایک مولوی صاحب نے بتایا تھا دیکھئے پوری آیت اس میں ہوگا۔"

مولٰنا فخر الدین "لیجئے میں پوری آیت پڑھ دیتا ہوں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔

------ فرمائیے اس میں انگریزوں کا کہاں ذکر ہے۔"

مرزا فخرو "اچھا تو اس آیت کا مطلب کیا ہے؟"

مولٰنا فخر الدین "آپ کیا چاہتے ہیں۔ اسکا ترجمہ بیان کروں؟"

مرزا فخرو "جی ہاں اس کا ترجمہ بیان فرما دیجئے۔"

مولٰنا فخر الدین "اچھا سنئے حضرت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اے محمد تم مسلمانوں سے زیادہ عداوت کرنے والا یا تو یہود کو پاؤ گے یا مشرکین کو اور مسلمانوں سے زیادہ محبت کرنیوالے وہ لوگ ثابت ہوں گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ میں راہب اور عبادت گذار لوگ ہیں اور یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔"

مرزا فخرو "(کچھ سوچ کر) اس میں نصاریٰ کا تو ذکر ہے"

مولٰنا فخر الدین "نصاریٰ کے ذکر سے کیا ہوا؟"

مرزا فخرو "اتنا تو معلوم ہوا کہ مشرکین کے مقابلہ میں نصاریٰ مسلمانوں کی زیادہ دوست ہیں۔"

مولٰنا فخر الدین "وہ کون سے نصاریٰ ہیں؟"

مرزا فخرو "جو بھی نصاریٰ ہوں۔"

مولٰنا فخر الدین "خوب! خواہ وہ نصاریٰ کتنے ہی دشمن ہوں اور خواہ وہ مسلمانوں کو کتنا ہی نقصان پہنچائیں۔ سب کے سب دوست ہیں۔ آج روس فرانس اٹلی سب ہی نصاریٰ ہیں۔ تو کیا یہ مسلمانوں کے دوست ہیں۔ اور کیا متکبر نہیں ہیں عبادت گذار راہب ہیں۔"

مرزا فخرو "پھر آخر وہ کون سے نصاریٰ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔"

مولانا فخر الدین "صاحب عالم! لوگوں کی یہ حالت ہے کہ بات کہیں سے کہیں لے اڑتے ہیں۔ نہ قرآن کا مطلب سمجھتے ہیں نہ شان نزول کو جانتے ہیں۔ پھر اس پر جرأت یہ ہے کہ ہر جگہ مفسر بن جاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان پہلی مرتبہ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ وہاں کے بادشاہ نے مسلمانوں کی پوری طرح خاطر تواضع کی اور قرآن سنکر اس کے وزراء بہت متاثر ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔ اور اپنے رسول کو خطاب فرمایا کہ اس زمانے کے مشرک اور یہود مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔ لیکن حبشہ کے نصاریٰ مسلمانوں کے زیادہ دوست ہیں اور ان سے مسلمانوں کو نفع کی امید ہے۔ کیونکہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں اور ان میں سے خدا ترس اور عبادت گذار لوگ ہیں۔"

اب میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا اس زمانے کے نصاریٰ ان اوصاف سے متصف ہیں۔ یہ تو فرعون بے سامان بنے ہوئے ہیں۔ یہ تو نام کے نصاریٰ ہیں یہ لوگ تو خدا کے قائل نہیں ہیں۔ پھر ان کی عداوت اور دشمنی بھی ظاہر ہے۔ یہ مشرکوں سے اچھے ہیں؟"

مرزا فخرو "اب تو حضور والا! انہی کی حکومت ہے۔ جیسے بھی ہیں یہی ہیں۔ ان ہی کی اطاعت فرض ہے۔"

مولانا فخر الدین "صاحب عالم اطاعت تو بجز اللہ و رسول کے کسی دوسرے کی فرض نہیں ہے۔"

مرزا فخرو "آخر حضرت اولی الامر کی اطاعت بھی تو ضروری ہے۔"

مولانا فخر الدین "کیا کافر بھی اولی الامر ہوتا ہے؟"

مرزا فخرو "اطاعت میں کافر مسلمان کا سوال کہاں ہے۔"

مولانا فخر الدین "صاحب عالم مذہب کے معاملہ میں بدون تحقیق کے کوئی بات نہیں کہنی چاہیئے۔ کسی مسئلہ کو غلط بیان کرنا سخت گناہ ہے۔"

مرزا فخرو "حضور! میں تو جاہل آدمی ہوں۔ آپ ہی لوگوں سے سنا ہے۔ اَطِیعُو اللّٰہ

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اُوْلِی الْاَمْر۔ یہ آیت قرآن شریف کی ہے۔"

مولانا فخر الدین "صاحب عالم! آپ کو کسی نے آدھی آیت سنا دی ہے کاش جناب کو پوری آیت کوئی سنانے والا مل جاتا۔"

مرزا فخرو "حضور ہی پوری آیت سنا دیں۔"

مولانا فخر الدین "بہت اچھا یہ خدمت میں ہی انجام دیتا ہوں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ذرا لفظ مِنْکُمْ پہ غور فرمائیے۔ کیا اتنی کھلی ہوئی تصریح کے بعد بھی کوئی سمجھدار آدمی انگریزوں کو اولی الامر کہہ سکتا ہے۔"

مولانا فخر الدین اور مرزا فخرو یہ گفتگو کر رہے تھے کہ پیر شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔ دیکھئے صاحب عالم ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم آپ لوگوں کو انگریزوں سے ملنے جلنے سے روکتے ہیں، جب وہ حاکم اور آپ محکوم ہیں تو نہ ان کا کام بدون آپ کے چل سکتا ہے نہ آپ کا کام بدون ان کے چل سکتا ہے۔ اگر آپ نہ بھی تعلقات پیدا کریں گے تو ہندوؤں کی وجہ سے مجبوراً تعلقات پیدا کرنے پڑیں گے۔"

تیئیسواں باب

غلام قوم کا معاہدہ!

ہندو کو تو آپ کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ وہ حرام کو جانتا ہے نہ حلال کو، وہ تو انگریز کی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کرنے کو تیار ہے۔ جو خدمت کریگا وہ فائدہ اٹھائیگا اور میں تو جانتا ہوں کہ اسوقت بھی انگریز ہندوؤں کی بدولت حکومت کر رہا ہے جب ہندو انگریز کو حکومت کرائیں گے تو انگریز ہندوؤں کو کیوں نہ فائدہ پہنچائے گا جب آپ وہی فائدہ طلب کریں گے تو وہ آپ بھی خدمت چاہے گا اور آپ کو مجبوراً اس کی خوشامد کرنی پڑے گی، میں تو دیکھ رہا ہوں جس طرح منڈی میں مال کی قیمت بڑھتی ہے اسی طرح ملک میں انگریزوں کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ صاحب بہادر بنگلے میں بیٹھے ہیں ایک نکل کر جاتا ہے تو دوسری اطلاع فوراً ہی پہنچ جاتی ہے۔ ابھی ہندو سے صاحب کی سرگوشی ہو رہی ہے اور ابھی مسلمان سے۔ پس ایسی حالت میں یہ مشورہ دینا کہ انگریزوں سے بائیکاٹ کرو۔ وہ نہ صرف غلط بلکہ ایک بے سود مشورہ ہوگا۔ اسوقت تو انگریز کے اقبال کا یہ حال ہے کہ ہر شخص بڑھ کر سلام کرنے کو تیار ہے اور اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کا خواہشمند ہے۔ اگر ہم اس وقت بائیکاٹ کا مشورہ دیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ لوگ ہم کو بیوقوف اور احمق بنائیں گے۔ پہلے ہی مولویوں کی جو درگت بن رہی ہے وہ معلوم ہے۔ ان بیچاروں کی حکومت بھی دشمن ہے اور مسلمان بھی ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ اگر انگریزوں سے ملنے کو روکا گیا تو پھر بالکل تاریک خیالی کا فتویٰ دیدیا جائیگا"

میرا مطلب اس سمع خراشی سے صرف ایک ہے، آپ کا جو جی چاہے کیجئے۔ انگریزوں سے ملئے۔ ہندوؤں سے ملئے ہم لوگ آپ کو کچھ نہیں کہتے لیکن خدا کے لئے مذہب کا نام لیکر نہ کیجئے۔ قرآن و حدیث کو مسخ نہ کیجئے۔ غلط تاویلات سے احتراز کیجئے اور اللہ کے کلام کا

غلط مطلب سمجھا کر لوگوں کو دھوکہ نہ دیجیئے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بات کو بار بار صاف کہا جاتا ہے لیکن آپ جب اس کو نقل کرتے ہیں تو عنوان سے نقل کرتے ہیں۔ مولانا فخر الدین نے بار بار کہا کہ دار الحرب میں سود کا لین دین جائز نہیں ہے۔ لیکن آپ حضرات نے جب کہا یہ کہا کہ انگریزوں سے تو سود لینا جائز ہو گیا اب ہندوؤں سے بتائیے۔ جب آپ حضرات کی یہ حالت ہے تو عوام کا تو کہنا ہی کیا ہے، وہ جسقدر غلط افواہیں مشہور کریں کم ہے۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ سود ہر جگہ حرام ہے۔ دار الحرب ہو، یا دار الاسلام، دار الحرب کا حکم صرف اس قدر ہے کہ اگر کسی شرعی مجبوری کے باعث سود لے لیا جائے تو اس کا استعمال جائز ہے۔ دار الحرب کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ حربی کی رضامندی سے۔ بدون کسی دھوکے کے اگر اس کے مال پر قبضہ کر لیا جائے تو یہ قبضہ ملک کا فائدہ دیتا ہے، اور اس روپیہ کا استعمال جائز ہو جاتا ہے، فقہا نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ بالخصوص صاحب بدائع نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ دار الحرب میں ربا اور بیوع فاسدہ وغیرہ سب ناجائز ہیں لیکن۔ اگر ان ناجائز ذرائع سے کوئی شخص روپیہ حاصل کرے تو اس روپیہ کا استعمال جائز ہے یہی میں عرض کرتا ہوں۔ بینک میں اگر آپ سود چھوڑ دیں گے تو اس سے عیسائیت کی تبلیغ کی جائے گی۔ اس تخطور شرعی کے باعث اس زمانہ کے علماء فرماتے ہیں کہ بینک سے سود وصول کر لو تاکہ اسلام کو نقصان نہ پہنچے۔ اس نقصان سے بچنے کے لئے اگر کسی نے سود لیلیا تو اس سودی روپیہ کا استعمال جائز ہے۔ یہ معاملہ بینک کا ہے۔ اب رہے ہندو۔ سو ہندوؤں کی حیثیت اب ذمیوں کی نہیں ہے اگر کوئی معاہدہ کر لیں تو ان کا معاہدہ بھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتا کیونکہ ہندو اس ملک میں آزاد نہیں ہیں، جو حالت مسلمانوں کی ہے وہی ہندوؤں کی ہے۔ اسلئے دو غلام قوموں کا معاہدہ کوئی قومی معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ آپ دونوں کوئی بہتر سے بہتر معاہدہ کر لیجیئے۔ لیکن اگر انگریز پسند نہ کرے

تو دونوں اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہندو معاہدہ بھی نہیں ہیں، نہ ہی حربیت سو وہ بھی اس ملک میں متحقق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ہندو آپ سے لڑنا چاہیں تو لڑنے میں بھی وہ مختار نہیں ہیں، بلکہ حکومت کے تابع ہیں۔ حکومت انکو آپ سے اور آپ کو ان سے لڑنے بھی نہیں دے سکتی۔ یعنی حقیقی حرب بھی ممکن نہیں۔ لیس ایسی حالت میں ہندوؤں کے متعلق کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ جب ان کی حیثیت مشتبہ ہے تو حکم بھی صفائی کے ساتھ نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی محظور شرعی یہاں بھی پیش آجائے اور سود لینے پر مسلمان مجبور ہوں تو ہندوؤں سے بھی لے لینا چاہئے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس کے استعمال میں مزید احتیاط کرنی چاہئے۔

رہا اہل کتاب اور مشرک کا معاملہ تو یہ ضرور ہے کہ اہل کتاب نسبتاً مشرک سے بہتر ہیں لیکن ہندوستان کی سیاست کچھ عجیب و غریب ہے اور انگریزوں کا طرز حکومت بھی عجیب و غریب ہے۔ ایک وقت آئیگا کہ آپ لوگ انگریزوں کے طرفدار ہونگے اور آپکو بھی سمجھایا جائیگا جو آج کہا جا رہا ہے کہ ہندوؤں سے انگریز بہتر ہیں۔ جب تک مسلمان انگریزوں سے موالات نہ کریں گے کوئی ترقی نہیں کر سکتے، لیکن میں صاف عرض کر دیتا ہوں کہ یہ چیز ہمیشہ چلنے والی نہیں ہے مسلمان اس ملک میں ہمیشہ انگریزوں کے بھروسہ پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ انگریز آپ کی کب تک امداد کر سکتے ہیں لیکن آپ چاہیں کہ آپ اس ملک میں ہندوؤں سے بگاڑ کر چین کی زندگی بسر کر سکیں تو یہ ناممکن ہے۔ اگر مسلمان اس ملک میں رہ سکتے ہیں تو ہندوؤں سے خوشگوار تعلقات قائم کر کے ہی رہ سکتے ہیں۔ انگریز سبز باغ دکھا کر یقیناً آپ کو احمق بنائیں گے اور آپ بھی انکی حکومت کو اس ملک میں مضبوط بنائیں گے۔ لیکن آخر کب تک انگریز جیسی قوم سے مسلمان ہمیشہ نہیں نبھا سکتے ہیں۔ ایکدن مسلمانوں کو جھک مار کر ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ میں پھر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ہندو پرست نہ سمجھیں میں خدا

پرست ہوں۔ نہ انگریز پرست نہ ہندو پرست۔ ایک مسلمان ہوں۔ ہندوؤں کو انگریزوں سے برا سمجھتا ہوں۔ بے ایمانی میں بھی ایک دوسرے سے کم نہیں ہے۔ لیکن انگریز کا ضرر ہندو سے زیادہ ہے۔ انگریز کی دشمنی وسیع ہے۔ ہندو کی دشمنی محدود ہے۔ انگریزوں سے اسلام کو زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لیکن ہندوؤں سے اس قدر نقصان کا اندیشہ نہیں ہے انگریزوں کے ہاتھ لمبے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے ہاتھ چھوٹے ہیں ہندو زیادہ سے زیادہ پیٹ کو زخمی کر سکتا ہے۔ لیکن انگریز کا حربہ گردن اور سر بے کار کر سکتا ہے، پھر ہندوستان کی سیاست کا تقاضا بھی یہی ہے لہٰذا ایک دن ہندو مسلمانوں کو ہی سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔

حضرات! آپ میری سمع خراشی کو معاف فرمائیں گے۔ اور اب فقیر کو اجازت دیں گے میں نے جو عرض کیا ہے وہ تجربہ اور تخمین کے طور پر عرض کیا ہے۔ باقی غیب کی خبر خدا کو ہے۔

حضرت شاہ صاحب تو یہ تقریر فرما کر دسترخوان سے کھڑے ہو گئے اور حاضرین پہ کچھ ایسا سناٹا سا چھایا کہ ایک کو دوسرے کی خبر ہی نہ رہی۔ شاہ صاحب نے کھڑے ہو کر اسقدر اور فرمایا کہ "آپ حضرات کو کچھ اور دریافت کرنا ہو تو مولانا فخر الدین صاحب سے دریافت کر لیجئے اور خدا کے لئے جب تک مسئلہ کی تحقیق نہ ہو جائے خواہ مخواہ علماء کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔"

شاہ صاحب سے مرزا فرحت نے درخواست کی کہ حضور تشریف رکھیں لیکن شاہ صاحب نے معذرت فرمائی اور تشریف لے گئے۔ تمام اہل مجلس دروازے تک رخصت کرنے کے لئے گئے۔ مرزا فرحت نے اپنے ہاتھ سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی جوتیاں رکھیں اور سب لوگ شاہ صاحب کو پالکی میں بٹھا کر رخصت ہوئے۔ شاہ صاحب کے تشریف لے جاتے ہی مجلس ختم ہو گئی، تھوڑے لوگ بیٹھ کر پان کھاتے

اور حقہ پیتے رہے اور پھر یکے بعد دیگرے رخصت ہونے لگے۔ مولٰنا فخرالدین سے چلتے وقت نواب جان نے عرض کی "حضور مجھے دکان کس دن کھولنی چاہیئے؟"

مولٰنا فخرالدین "میاں! سب دن اللہ کے ہیں۔ میرے خیال میں جمعہ کی نماز کے بعد نئی دکان کھول لو۔ یہ وقت بھی برکت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فضل اللہ سے مراد تجارت ہے۔"

مرزا "(مولٰنا فخرالدین سے مخاطب ہوکر) حضور یہ نواب جان آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتے ہیں۔"

مولٰنا فخرالدین "بھئی مجھ سے کیا درخواست ہے؟"

مرزا "حضور ان کی خواہش ہے کہ دکان کا افتتاح آپ کے ہاتھوں سے ہو۔"

مولٰنا فخرالدین "ارے بھائی یہ کام کسی بابرکت آدمی سے کراؤ مجھ جیسے گنہگار میں یہ صلاحیت کہاں ہے۔"

مرزا "حضور! ان کی خوشی یہی ہے۔ اسے تو منظور ہی فرما لیجئے۔"

چوبیسواں باب

لاٹ صاحب

مولنا فخر الدین "بہت اچھا میں حاضر ہوں مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن کان کا معاملہ طے ہوگیا۔ ابھی تو آپ لوگوں میں تجارت پر بحث ہی ہو رہی ہے بڑے نواب صاحب بھی راضی ہو گئے؟"

مرزا "اجی حضور بڑے نواب صاحب راضی ہیں۔ معاملہ سارا یہ ہے کہ وہ مقروض ہیں۔ لڑکے کی شادی پر مکان بھی گروی رکھ دیا گیا ہے۔ چار گاؤں بیچاروں کے لاٹ صاحب نے ضبط کر لئے پیسے پیسے سے محتاج ہیں۔ کرایہ کی آمدنی کچھ ہے نہیں سود کا بوجھ چڑھ رہا ہے۔ اب لڑکے کو تجارت کرائیں تو کہاں سے باقی وہ بھی جانتے ہیں کہ تجارت میں کتنا فائدہ ہے۔ معمولی سوئیاں بچکیں بیچنے والے بھی دو دو جوروؤں کا خرچ اٹھا رہے ہیں"

مولنا فخر الدین "(چپکے سے) یہ گاؤں کیوں ضبط ہو گئے"

مرزا "لاٹ صاحب کو سلام کرنا بھول گئے تھے۔ بوڑھے آدمی ہیں دربار میں گئے تھے۔ لاٹ صاحب کو دیکھ کر کچھ سٹ پٹا گئے۔ بیچارے ستر سے بہتر سے ہیں۔ ہوش و حواس ٹھیک نہیں۔ زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں"

مولنا فخر الدین "جب روپیہ نہیں ہے تو پھر تجارت کس طرح ہوگی؟"

مرزا "روپیہ کا تو میں نے بندوبست کر لیا ہے۔ خدا کا شکر ہے روپیہ موجود ہے اس وقت میں قرض دیدونگا۔ اگر تجارت چل گئی تو روپیہ وصول ہو جائے گا"

مولنا فخر الدین "کس قدر روپیہ سے کام شروع کرانے کا ارادہ ہے"

مرزا "مولنا میرا خیال ہے پانچ ہزار روپیہ فی الحال کافی ہوگا۔ اگر کام چل گیا تو اور تھوڑا بہت دیدونگا۔ اور حضور سے تو کوئی پردہ نہیں۔ صفیہ کی شادی کیلئے اسکی ماں نے کچھ جمع کر رکھا ہے روپیہ بیکار رکھا ہے اسوقت یہ لڑکا روزگار سے لگ جائیگا جب صفیہ کا وقت ہوگا تو لیلونگا"

مولنا فخر الدین "صفیہ کے نکاح کا ارادہ کب تک ہے؟"

مرزا: "ابھی تو وہ بچہ ہے۔ لیکن مثل مشہور ہے لڑکی کی بیل اور ککڑی کی بیل دونوں یکساں ہوتی ہیں۔ ابھی تو خاصی چار یا پانچ سال کی دیر ہے۔ اور یوں اللہ کو منظور ہو تو کل ہی نصیبہ کھل جائے"

مولانا فخر الدین: "کوئی جگہ خیال میں بھی ہے"

مرزا: "ہونے کو تو کئی لڑکے ہیں۔ مگر مولانا طبیعت نہیں لگتی"

مولانا فخر الدین: "خیر بھائی اسوقت تو اجازت دو۔ مگر میں اس معاملہ میں آپ سے پھر عرض کرونگا اب تو جانے دیجئے بڑے نواب صاحب انتظار کر رہے ہونگے۔ اگر دکان کی تاریخ مقرر ہو جائے تو مجھے جمعرات کو اطلاع کر دینا یا جمعہ کے دن جامع مسجد میں سے مجھے لے لینا"

مرزا: "بہت اچھا چلیئے گلی کے نکڑ تک تو آپ کے ہمراہ چلوں"

مولانا فخر الدین: "نہیں بھئی تم جاؤ۔ میں چلا جاؤں گا۔ جامع مسجد میں جانتے ہو نا میں کہاں نماز پڑھتا ہوں"

مرزا: "شاید حضور تو پانی والوں کی طرف ہوتے ہیں۔ جہاں وہ قدم شریف رکھا ہے"

مولانا فخر الدین: "ارے بھائی قدم شریف کے پاس ہم جیسے وہابیوں کا گذر کہاں ہوتا ہے۔ میں تو ممبر کے پاس بیٹھتا ہوں حضرت شاہ صاحب قبلہ پہلی صف میں ہوتے ہیں اور انکے پیچھے میں بیٹھا کرتا ہوں"

مرزا: "یہ قدم شریف کا قصہ کیا ہے؟"

مولانا فخر الدین: "ارے میاں ان ولی والوں سے اللہ بچائے۔ بابا ہم تو پہلے ہی بدنام ہیں۔ یار لوگوں نے کہا ہے کہ انکا ڈھکوسلا بنا رکھا ہے۔ گھوڑی کی رسم نے اس پتھر کو چار چاند لگا رکھے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو گھوڑی چڑھا کر وہاں لیجاتے ہیں۔ اور اس پتھر کو سلام کراتے ہیں اور مجاوروں کو کچھ نذر نیاز دیکر چلے آتے ہیں۔ اب اگر ان باتوں کو منع کرو تو پھر مسلمانوں کی گالیاں کھاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے ختنہ کا بلاوا دیتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ میرے بچہ کا ختنہ ہے۔ میں نے احباب کو جمع کیا ہے آپ بھی تشریف لائیے۔ تو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ میں تو ختنوں کی دعوت نہیں دیجاتی تھی اب یہ بلاوا کیسا نکلا ہے؟"

ایک وہ وقت تھا۔ ایک آج دیکھئے ختنہ کی شادی کرائیں پھر گھوڑے پر چڑھا کر جامع مسجد لیجائیں۔ چھوٹے سے بچے کے سہرا باندھیں جامع مسجد کے سامنے باجہ بجائیں۔ اگر یا جہ ہندو بجائیں تو مسلمان لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں یہی وہ باتیں ہیں جن سے ہندو مسلمانوں کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ ہم اگر زبان ہلائیں تو سیکڑوں الزام لگا دیں"

مرزا "آخر اس باجہ کا شرعی حکم کیا ہے؟"

مولانا فخر الدین "میاں باجے کا حکم کیا ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ حرام ہے"

مرزا "نہیں مساجد کے سامنے باجہ کا کیا حکم ہے؟"

مولانا فخر الدین "مساجد و غیر مساجد کیا سب جگہ حکم برابر ہے"

مرزا "تو کیا بازاروں میں باجہ بجایا ہی نہ جائے؟"

مولانا فخر الدین "میاں اصل حکم تو یہی ہے۔ مگر مسلمان بادشاہوں کی یہ مہربانی ہو کہ انھوں نے ہندوؤں کو باجوں کے ساتھ جلوس اور براتیں نکالنے کی اجازت دیدی تھی اور اس کے بدلے میں ہندوؤں سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جہاں گذرگاہ پر مسجد ہوگی وہاں باجہ بند کر دیا کرینگے۔ ہندوؤں نے بھی اسے منظور کر لیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کو مطلقاً باجہ کی اجازت ہی نہ تھی جب سے مسلمانوں کی سلطنت کمزور ہوئی ہے ہندوؤں نے تو یہ عہد شکنی شروع کی کہ چھوٹی موٹی مسجد کی تو پروا ہی نہیں کرتے۔ ابھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ جامع مسجد و فتحپوری اور سنہری مسجد کے آگے باجہ بجا سکیں۔ مسلمانوں نے یہ کیا کہ بیدھڑک باجہ بجانے لگے۔ چونکہ انہوں نے اصل حکم ہی کو توڑ دیا تو ان کے نزدیک مسجد غیر مسجد سب برابر ہے۔ لیکن اگر کوئی ہندو مسجد کے سامنے باجہ بجاتا ہے تو اس سے لڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہندو عہد شکن ہیں۔ انہوں نے تو مسلمان بادشاہوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم کو جلوس کی اجازت مل جائے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مساجد کے سامنے باجہ نہیں بجائیں گے اور جب مسلمانوں سے دریافت کرو کبھی تم

کیوں بجاتے ہو؟ تو کہتے ہیں ہم نے کوئی وعدہ تھوڑی کیا ہے کہ ہم مساجد کے سامنے نہیں بجائیں گے بھلا ان مسخروں سے کوئی پوچھے اسے تم کو تو کسی جگہ کیلئے بھی اجازت نہ تھی جب تم نے مسلمان بادشاہوں کے حکم کو توڑ دیا تو تم ہندو سے کیا توقع رکھتے ہو۔"

مرزا "خیر حضور! مسلمان برا کرتے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کو یہ حق کہاں سے ہو گیا کہ وہ مساجد کی بے حرمتی کریں۔"

مولانا فخر الدین "مرزا فرحت! برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔"

مرزا "نہیں فرمائیے۔"

مولانا فخر الدین "کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ ہندو آپ کی بادشاہت کے زمانہ میں جن باتوں کے پابند تھے انگریزی حکومت میں بھی ان باتوں کے پابند رہیں گے اب ہندوؤں پر آپ کا کیا دباؤ ہے۔ آپ بھی غلام وہ بھی غلام۔ قانون دونوں کے لئے برابر ہے حکومت کے مٹنے کے بعد بھی مسلمانوں کی عزت کا خیال کریں۔ حکومت کے کمزور ہوتے ہی اس نے بھی آنکھیں بدل لیں آخر جب تم نے آنکھیں بدل لیں تو ہندو کا کیا قصور ہے۔"

مرزا "ہم نے آنکھیں بدلیں۔"

مولانا فخر الدین "آپکو خبر نہیں۔ عالمگیر کے زمانہ میں فسق و فجور کی یہی حالت تھی؟"

مرزا "نہیں۔"

مولانا فخر الدین "پھر آپ بدلے یا نہیں؟"

مرزا "ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"

مولانا فخر الدین "بس میاں جب تم خدا سے بدلے تو ہندو تم سے بدل گیا۔"

پچیسواں باب

پھولوں سے ہلکے

مرزا "تو آخر اب کیا کرنا چاہتے۔ ہندوؤں نے تو بہت سر اٹھا رکھا ہے۔ بات بات پر غراتے ہیں اور صاف کہتے ہیں "میاں جی اب ہم وہ ہندو نہیں رہے ہیں"

مولانا فخر الدین "بھائی وہ سچ کہتے ہیں۔ جب تم وہ نہ رہے تو وہ بھی وہ نہ رہے آپ کو معلوم ہے آپ کے کٹرہ والے ایک وفد ظل سبحانی کی خدمت میں لے گئے تھے"

مرزا "یہ کب؟"

مولانا فخر الدین "کوئی چھ مہینے ہوئے ہوں گے"

مرزا "وفد کیوں لے گئے تھے؟"

مولانا فخر الدین "کٹرہ والے وفد لے گئے تھے۔ چاندنی چوک کے تمام چودہری اور کپڑے والے بھی ان کے ساتھ گئے تھے اور جہاں پناہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مساجد کے سامنے باجہ بجانے کی اجازت دیدیجئے"

مرزا "ظل سبحانی نے کیا کہا؟"

مولانا فخر الدین "کہتے کیا۔ درخواست سنکر ظل سبحانی رو دئے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر فرمایا بھائی میرے بزرگوں نے جو تم سے عہد لیا تھا اس کو میں اپنی زبان سے نہیں توڑ سکتا۔ چند دن کا اور مہمان ہوں۔ میری آنکھیں بند ہو جانے دو پھر تمہیں اختیار ہے۔ جو تمہارا جی چاہے وہ کرنا۔ یہ لوگ اپنا سا منہ لیکر چلے آئے"

مرزا "خیر غنیمت ہے"

مولانا فخر الدین "غنیمت کیا۔ میاں ہندو غافل تھوڑی ہیں جب سے برابر کوشش کر رہے ہیں۔ اور میاں غرانے کو کیا کہتے ہو۔ اب تو چمار اور بھنگی بھی قبضے میں نہیں آتے۔

انگریز کے قانون نے سب کو دلیر کر دیا ہے۔ مرزا صاحب اب حکومت کے غرور کو تم بھی چھوڑ دو اور ہندوؤں کو برابر کی قوم سمجھ کر کوئی سمجھوتہ کر لو۔"

مرزا "حضرت جب تک ہم جیسے مسلمان ہیں۔ تب تک تو ان کو سر اٹھانے نہیں دیں گے۔"

مولانا فخرالدین "یہی تو وہ جاہلوں کی سی باتیں ہیں۔ اب اس خواب کو چھوڑ دو۔ اس غرور کو تعزیرات ہند نے توڑ دیا۔ انگریز کی پیسوا پیسوا کر سب پولیس ڈھیلی کر دیتا ہے۔"

مرزا "اچھا سمجھوتہ کی صورت کیا ہو؟"

مولانا فخرالدین "چند بڑی بڑی مساجد کو تو خاص کر لو۔ باقی تمام مساجد کے لئے نماز کے اوقات کا استثنا کرا لو۔ اور بس۔"

مرزا "پھر ہندو کہیں گے مساجد مساجد سب یکساں ہیں۔"

مولانا فخرالدین "نہیں میاں یہ نہیں کہتے کے۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ بڑی مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔"

مرزا "کیا اس شرط پر ہندو راضی ہو جائینگے کہ نماز کے وقت باجہ نہیں بجائیں گے۔"

مولانا فخرالدین "نماز کا عذر ایسا ہے کہ سب راضی نہ ہوں گے تو ہندوؤں کا معقول طبقہ مان جائے گا اور اس عذر کی معقولیت کو انگریز بھی تسلیم کرے گا۔ پھر باقی ہر ایک مسجد کے سامنے ہر وقت باجے کو روکنا شریعت کے اعتبار سے کتنا ہی اہم ہو لیکن غلامی کی فضا اس کے لئے مناسب نہیں ہے۔"

مرزا "وہ کہتے ہیں تم گائے کاٹنی چھوڑ دو۔ ہم باجہ بجانا چھوڑ دیں گے۔"

مولانا فخرالدین "یہ بات بالکل غلط ہے۔ گائے اور باجے کا کوئی مقابلہ نہیں یہ بت پرستی کا سوال ہے۔ ہندو گائے کی پوجا چھوڑ دیں۔ ہم گائے کو ذبح کرنا چھوڑ دینگے۔ اور ہندوؤں کی طرف سے اس کی کیا ذمہ داری ہے کہ کل کو وہ بکری کو نہیں پوجیں گے۔ اس

قوم کو تو کائنات کا ذرہ ذرہ پوجتا ہے، پھر ان کی خاطر مسلمان کیا کیا چیز چھوڑیں گے
انہوں نے گئو بکری پوجنی شروع کر دی۔ پرسوں کو مرغی کی پوجا شروع کر دی۔ تو آخر
مسلمانوں نے کوئی ٹھیکہ لے لیا ہے کہ جس کو ہندو پوجیں گے مسلمان چھوڑتے
چلے جائیں گے۔"

مرزا۔ "حضور دیکھا جائیگا۔ اب میں جاتا ہوں۔ ابا جان گھبرا رہے ہونگے۔"
مولٰنا فخر الدین۔ "ہاں ہاں آپ جائیے اللہ حافظ۔"

مرزا فرحت تمام مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد واپس آئے تو دیکھا کہ گھر
میں نواب جان اور ان کے والد انتظار کر رہے ہیں۔ مرزا فرحت کو دیکھتے ہی نواب صاحب
نے فرمایا۔ "ارے بھئی کہاں رہ گئے تھے۔ مولٰنا فخر الدین کو کیا رخصت کرنے گئے کہ
وہیں بیٹھ گئے۔ ہم لوگوں کو رات آ رہی ہے۔ گھر بھی جانا ہے۔"

مرزا۔ "ابا جان اور مولٰنا سے بحث ہی ایسی چھڑ گئی کہ اتنی دیر ہو گئی۔ معاف کیجئے۔"
نواب صاحب۔ "اچھا تو پھر اس بات کے لئے کیا کہتے ہو بھئے تو آج شاہ صاحب
کے سامنے خوب رسوا کیا۔ تجارت تجارت تو کرتے ہو۔ گرہ میں پیسہ بھی ہے گھر میں نہیں دانے
بڑھیا چلی بھنانے۔ تجارت کیا بغیر روپیہ کے ہو گی؟"

مرزا۔ "آپ منظور کر لیجئے۔ روپیہ بھی ہو جائیگا۔ اللہ مالک ہے۔"
نواب صاحب۔ "اللہ تو سب کا مالک ہے۔ مگر میری بوٹی بوٹی گروی پڑی ہوئی ہے
سو روپیہ کا بھی بندوبست نہیں کر سکتا۔ اور جب سے شاہ صاحب کی تقریر سنی ہے میرے
تو ہوش باختہ ہو گئے ہیں۔ پچیس ہزار روپیہ ماہوار بیاج کے دے رہا ہوں۔ قبر میں پاؤں لٹکائے
بیٹھا ہوں۔ کل آنکھیں بند ہو گئیں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ میں سمجھتا تھا کہ سود
لینا زیادہ گناہ ہے اور سود کا دینا اتنا گناہ نہیں۔ لیکن آج معلوم ہوا کہ دار الحرب
میں سود کا دینا لینے سے بھی زیادہ گناہ ہے۔ خدا ان عالموں کو زندہ سلامت رکھے

دل میں کانٹا سا نکل گیا۔ میں کمبخت یہی سمجھا تھا کہ سود کا دینا ہلکا ہے لیکن دار الحرب میں تو الٹی بات نکلی۔"

مرزا:" جناب آپ نے حضرت شاہ صاحب کو کیا سمجھا ہے۔ آپ پر تو انگار اشاہ نے قبضہ کر رکھا ہے۔"

نواب صاحب:" اجی انگار اشاہ کو خدا کی مار میں کوئی اس کا مرید ہوں۔ وہ ایک جاہل آدمی ہے۔ عرصہ سے آتا جاتا ہے، اب یہ میری مروت کیخلاف ہے کہ میں کسی کو جواب دیدوں۔ اور اب کے تو میں نے ان کو لکھدیا ہے کہ غریب خانہ معذور ہے۔ حضور کہیں اور قیام فرمائیں، وہ پکا دکاندار ہے۔ میں کوئی بیوقوف نہیں ہوں۔ آخر داڑھی دھوپ میں تو سفید نہیں کی ہے سب سمجھتا ہوں۔ میں اس کا کوئی معتقد نہیں ہوں۔"

مرزا:" خیر جناب! آپ اطمینان رکھئے۔ روپیہ موجود ہے۔ دکان کا معاملہ ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ جمعہ کو نماز کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کے ہاتھ سے افتتاح ہو جائیگا۔ آپ بھی تشریف لے چلیے گا۔"

نواب صاحب:" کیا روپیہ سود پر لیا ہے۔"

مرزا:" خدانخواستہ! بدون سود کے روپیہ موجود ہے۔"

نواب صاحب:" آخر مجھے تو بتاؤ کیا انتظام کیا؟"

مرزا:" یہ اپنی صاحبزادی سے پوچھئے۔"

نواب صاحب:" (شوکت آرا کی طرف متوجہ ہو کر) کیوں بیٹا شوکت یہ کیا معاملہ ہے؟"

شوکت آرا:" اباجان! روپیہ گھر میں ہے۔"

نواب صاحب:" کہاں سے آیا؟"

شوکت آرا:" گھر ہی میں سے بچا بچا کر اکٹھا کیا ہے۔"

نواب صاحب:" تمہارا خرچ کیا کم ہے۔ کیسے جمع کیا؟"

نواب جان "ابا جان! خرچ اپنے قبضہ میں ہے۔ آدمی کیا نہیں کرسکتا۔ بچی کا ساتھ۔

شوکت آرا "وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہا اور اس وقت خاصی رقم ہو گئی۔"

نواب صاحب "خیر بیٹا اللہ مبارک کرے۔ اللہ تمہیں اور زیادہ دے۔"

شوکت آرا "ابا جان! یہ تو ہم نے اپنا گلا کاٹ کے جمع کیا ہے کوئی کاروباری روپیہ نہیں ہے۔ اگر تجارت چل گئی تو دیکھئے گا۔ خدا کیا کرتا ہے آپ پھولوں سے ہلکے ہو جائیں گے، صفیہ کے والد بمبئی گئے تھے۔ وہاں سے دو ہزار روپیہ کے موتی لے آئے تھے۔ خدا کی شان دس برس سے پڑے ہوئے تھے۔ اگلے سال ایک جوہری اندور سے آیا تھا۔ پانچ ہزار کے لے گیا۔ سینکڑوں سلام کئے اور گھر بیٹھے تین ہزار روپے بڑھ گئے میں نے یہ روپیہ صفیہ کے لئے لگا رکھا ہے جب اس کا وقت ہو گا تو نواب جان سے لے لوں گی۔ اس وقت تو کام چلتا کیجئے۔"

چھبیسواں باب

مسلمانوں کا افلاس

نواب صاحب "کنیا کا روپیہ تجارت میں لگ بھی سکتا ہے"

شوکت آرا "صفیہ کا جب وقت ہوگا اسوقت روپیہ لیلیا جائیگا۔ ابھی تو تمہاری ملک ہے"

مرزا "(ہنس کر) ابا جان! آپ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کنیا کیا؟ ہندوؤں کی رسمیں ہندوؤں کے الفاظ آپ کے گھر میں گھس گئے ہیں۔ خدا جانے آپ کو کیا ہو گیا ہے یوں تو آپ ہندوؤں کے ایسے دشمن ہیں کہ ہندو مسلم کا ذکر بھی سننا آپ کو گوارا نہیں اور حالت یہ ہے کہ ہندوؤں کی رسمیں اور ان کے الفاظ تک چھوڑنے کو تیار نہیں، یہ اچھی دشمنی ہے کہ سٹیج پر دشمن ہیں اور گھر میں دوست ہیں روپیہ ہمارا ہے جب لڑکی کا وقت ہوگا جو اس کی قسمت کا ہے اسے دیدیا جائیگا"

نواب صاحب "تو صفیہ کے وقت ہی میں کیا دیر ہے اب اسکی عمر کیا ہے"

مرزا "عمر کی تو انکی اماں کو خبر ہوگی۔ شاید آپ حج کرکے آئے ہیں تو ۔۔ مہینے کی گود میں تھی"

شوکت آرا "خدا رکھے نویں میں ہے"

نواب صاحب "بس ایک سال زیادہ سے زیادہ سمجھ لو۔ یہ ایک آنکھ بند کرکے نکل جائیگا"

شوکت آرا "اوئی۔ توبہ! ایک سال بعد کیوں بیاہ ہونے لگا۔ خدا اس کے ماں باپ کو رکھے۔ میں تو سترہ سال کی عمر میں کروں گی"

نواب صاحب "سترہ سال! آج تک کسی کا اس عمر میں ہوا بھی ہے"

شوکت آرا "ہونے کو کیا ہے کرنے والے تو پیٹ سے کر لیتے ہیں۔ لیکن میں تو ایسی بے وقوفی کرنے کو تیار نہیں ہوں"

نواب صاحب "تمہاری بیٹی دنیا سے نرالی ہے"

شوکت آرا:۔ "جی ہاں نرالی ہے۔ میں تو ساس نند کی جوتیاں کھانے کو نہیں دینے کی جب تک لڑکی سمجھ نہ آجائے اور برے بھلے کی تمیز نہ پیدا ہو جائے نکاح کرنا حماقت ہے۔ میاں بیوی کیا ہوئے بہن بھائی ہو گئے۔"

نواب صاحب:۔ "آجکل تو سب کے چھوٹی چھوٹی عمروں میں نکاح ہو رہے ہیں۔"

شوکت آرا:۔ "یہ بھی ہندوؤں کی رسم ہے۔"

نواب صاحب:۔ "مسلمانوں میں کیا چھوٹی عمر کا نکاح ناجائز ہے؟"

شوکت آرا:۔ "ناجائز تو نہیں لیکن ماں باپ کی مرضی پر ہے ہم کیوں ایک لڑکی کا حق سلب کریں۔"

نواب صاحب:۔ "خیر بھائی تم جانو۔ اب تو سب باتیں نئی ہو رہی ہیں۔ تمہاری اولاد ہے جو جی چاہے کرو۔"

شوکت آرا:۔ "اباجان مجھے دنیا سے دنیا ہی کا کام کرنا ہے۔ میں دنیا کی پیروی کہاں تک کروں گی۔ مجھے تو اپنے نفع و نقصان کو دیکھنا ہے، دنیا تو دس دس برس لین دین کرتی ہے مگر مجھے تو یہ نہیں کرنا۔ میں تو منگنی اور بیاہ ساتھ ساتھ کروں گی۔ دنیا تو آجکل کی ہندو بن گئی ہے، ہندوؤں کی رسوم نے مسلمانوں کو یہاں تک تباہ کر دیا کہ دانے دانے کو مسلمان محتاج ہو گئے کم عمر میں منگنی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیدی بقر عیدی شبرات اور محرم ہی کرتے کرتے میرا سر ہی منڈ جائے۔ ابا! میرے چونڈے پر تو اتنے بال بھی نہیں ہیں کہ چار پانچ ہزار تو لڑکی کی شادی میں خرچ کروں، دس ہزار منگنی پہ لگاؤں۔"

نواب صاحب:۔ "ارے بیٹا ایک ہی لڑکی ہے۔ اگر اس پر بھی حسرت نہ نکلے گی تو اور کس پہ نکلے گی۔"

شوکت آرا:۔ "اباجان! امن موتیوں بھی اور ٹھیکریوں بھی حسرت وہیں تک ٹھیک ہے جہاں بعد میں حسرت نہ ہو۔"

نواب صاحب:۔ (مرزا فرحت کو خطاب کر کے) "میاں صاحبزادے میں نے دنیا کی ایک بات کہی تھی۔ یہ بیگم صاحب سر ہو گئیں، مجھے تو یہ بتایئے کہ جو روپیہ آپ نواب جان کو

دیں گے وہ لڑکی کی شادی پر لیں گے یا اس سے پہلے اور اس پر کچھ نفع لیں گے یا نہیں؟"

مرزا "انشاء اللہ صفیہ کی شادی کے موقعہ پر روپیہ طلب کرونگا۔ باقی رہا نفع سو نفع لینا تو شرعاً حرام ہے۔ ہاں شرکت کر سکتا ہوں، لیکن اس وقت تو میں شرکت بھی نہیں کرتا۔ بلکہ صرف قرض حسنہ دوں گا۔"

نواب صاحب "تو دکان غلہ کی کرائیں گے۔"

مرزا "جی ہاں غلہ کی ہوگی۔ سارے شہر میں ایک بھی دکان مسلمان کی نہیں ہے۔"

نواب صاحب "نہیں۔ لال دروازے میں تو کئی دکانیں مسلمانوں کی ہیں۔"

مرزا "اجی ابا۔ یوں چھوٹی موٹی دکانیں تو بہت ہیں، لیکن تھوک کی کوئی دکان نہیں ہے۔ اصل تجارت تو تھوک کی ہے۔ چھوٹے دکاندار تو سب ہندوؤں کے محتاج ہیں۔"

نواب صاحب "تھوک بھی کروگے تو کیا ہندوؤں کی احتیاج نہ ہوگی۔ منڈیوں پر انہی کا قبضہ ہے۔"

مرزا "آپ دیکھئے تو ہوتا کیا ہے۔ میں تو براہ راست کاشتکاروں سے غلہ لونگا۔ تین ہزار روپیہ تو میں قرض دے چکا۔ چیت میں معاملہ کیا ہے۔ بیساکھ جیٹھ میں میرا مال بازار میں آجائے گا۔"

نواب صاحب "کس بھاؤ سے کیا ہے؟"

مرزا "بھاؤ نہ پوچھئے۔ آپ خدا کا نام لیکر جمعہ کو دکان کھلوا دیجئے اور ساون میں آکر حساب کر لیجئے اگر ڈیوڑھے نہ ہو جائیں تو جو سزا چور کی وہ میری۔"

نواب صاحب "اچھا بھئی اللہ برکت دے۔ ہمارے ہاں تو کبھی تجارت ہوئی نہیں، میں تو اس لئے ڈرتا ہوں۔"

مرزا "ابا جان! ڈریئے نہیں۔ خدا پر بھروسہ رکھئے میں اگر زندہ رہا تو دہلی میں چار پانچ چیزوں پر مجھے قبضہ کرنا ہے۔ ابا جان! آجکل لڑنے بھڑنیکا زمانہ نہیں ہے۔ مسلمان تو بیوقوف ہیں۔ جھٹ جوش میں آجاتے ہیں۔ ہندوؤں سے لڑ بیٹھتے ہیں۔ اور پھر جیل خانے جاتے ہیں۔ پیچھے بچے بھوکے مرتے ہیں۔ اور ہندوؤں کو اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہی تو وہ

اور تیاری کرتے ہیں۔ دس بیس برس میں آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کا رعب نکل جائے گا اور ہندو آپ کے مقابلے کی طاقت پیدا کر لیں گے۔ اور جس طرح آج ہندو مسلمانوں سے ڈرتے ہیں اسی طرح مسلمان ہندوؤں سے ڈرنے لگیں گے۔ لیکن اگر آپ غلہ کپڑا، تانبا، کا غذ اور صرافہ اپنے قبضہ میں کر لیں تو ہندوؤں کی کمر ٹوٹ جائیگی۔ مسلمانوں کا افلاس دور ہو جائیگا ہزاروں بے روزگار روزگار سے لگ جائیں گے۔"

نواب صاحب "میاں مرزا! تم تو پورے ماہر ہو۔ اگر نواب جان کا کام چل گیا تو میں دوسرے لڑکے کو بھی اسی لائن میں ڈال دوں گا۔"

مرزا "تو ابا جان! پھر اب آپ آرام کیجئے۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر دکان پر آجایئے۔ اور اپنے سامنے نواب جان کو گدی پر بٹھا دیجئے۔ لیکن لڈو لیتے آیئے گا۔"

نواب صاحب "آس پاس تو سب ہندو ہیں۔ لڈو کیسے بٹیں گے؟"

مرزا "اجی لڈو بھی ایسی چیز ہے اور ہندو۔ ابا..... ان کا تو کوئی مذہب نہیں آپ تو لڈو کو کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ گائے کا گوشت تک کھا جاتے ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں... یہ قوم عجیب و غریب ذہنیت کی ہے۔ ان کے ہاں سب کچھ جائز ہے۔ انکا دھرم ہی عجیب ہے۔ گائے خور بھی ہندو گائے پرست بھی ہندو، مورتی پرست بھی ہندو اور مورتی کھنڈن کرنیوالے بھی ہندو، خدا کے منکر بھی ہندو اور خدا کے ماننے والے بھی ہندو، وید کو خدائی گیان بتانے والے بھی ہندو اور وید کو انسانوں کا کلام کہنے والے بھی ہندو، چھوت چھات کرنیوالے بھی ہندو اور نہ کرنے والے بھی ہندو۔"

نواب صاحب "اچھا بھئی لڈو لیتا آؤں گا۔ اب اجازت ہے؟"

مرزا "اچھا اماں جان کو آداب کہہ دیجئے گا۔"

ستائیسواں باب

کس کا رقعہ ہے؟

نواب صاحب ان باتوں کے بعد مکان تشریف لے آئے اور جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ عقب جامع مسجد اناج والوں میں ایک دکان کھولی گئی۔ دکان کھولنے کے وقت مولانا فخر الدین، حضرت شاہ صاحب، نواب صاحب، نواب جان کے بڑے بھائی عیسیٰ خاں، حکیم بدرالدین خاں، خدابخش عطار، حاجی علی جان، محمود بخش اللہ والے، امام صاحب جامع مسجد، میر محبوب علی خاں، مولوی نوازش علی خاں، نواب احمد خاں، اور شہر کے دیگر معززین موجود تھے۔ شاہ صاحب نے نواب جان کو گدی پر بٹھاتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور سب لوگوں نے دعا پر آمین کہی، جب دعا ہو رہی تھی تو نواب صاحب کا دل بھر آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی ہچکی بندھ گئی۔ نواب صاحب نے روتے میں نواب کو خطاب کر کے کہا۔

نواب جان میرے بڑھاپے کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے دلی میں منہ دکھانے کو جگہ نہ رہے" حاضرین نے نواب صاحب کو سمجھایا کہ گھبرایئے نہیں اللہ برکت دیگا لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھئے اور دعا دیجئے۔

شاہ صاحب نے فرمایا باپ کی دعا بیٹے کے حق میں ایسی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے حق میں۔

محمود بخش اللہ والوں نے کہا میاں نواب جان تجارت کا ایک گر ہے" جہاں تک ہو سکے خرچ نہ بڑھنے دینا پھر اللہ چاہے نقصان نہیں ہوگا"

خدابخش عطار نے کہا " دیکھو جمعرات کی خیرات بند نہ کرنا"

مولانا فخر الدین نے کہا " جو سائل بھی آجائے کچھ نہ کچھ دیدینا سائل کو رد نہ کرنا"

اس کے بعد مولنا فخر الدین صاحب نے آیۃ الکرسی کا نقش دیا جو اسی وقت گدی کے سامنے والی دیوار پر لٹکا دیا گیا۔ آس پاس کے ہندو بھی دکان پر اکھٹے ہوئے اور چپکے چپکے آپس میں باتیں کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا "میاں لوگوں سے دکانداری کیا ہوگی"، کسی نے کہا "تین مہینہ کے بعد دکان بند ہو جائے گی"۔ کسی نے کہا "بازار کا روپیہ مار کے دیوالہ نکال دینگے"، کسی نے کہا "ہماری تمہاری رقم کھا کے بھاگ جائیں گے"۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ دکان کھلنے کے بعد شاہ صاحب نے ایک چونی نکالکر فرمایا "لو میاں پہلے گاہک تو ہم۔ چار آنے کے چنے ہمارے ہاں بھیجدینا"۔ خدا بخش نے ایک روپیہ کے چنوں کی فرمائش کی۔ غرض حاضرین نے تھوڑا تھوڑا مال خریدا اور دس روپیہ کا سودا اسی وقت بک گیا۔ پھر لڈو تقسیم کئے گئے۔ اور پڑوس کے ہندوؤں کو بھی چار چار لڈو دیئے گئے۔ بعض نے تو یہ کہکر واپس کر دیئے کہ "میاں جی یہ لڈو ہمارے کس کام کے ہیں"۔ اور بعض نے کہا "ہمارے کتے کو کھلا دو"۔ موتی رام ساگر مل کی دکان پر لڈو دے آئے گئے لیکن بعد میں انہوں نے بھی کتے کو ڈالدیئے۔

دکان پر کاروبار جاری ہو گیا اور خدا کے فضل و کرم سے ایسی ترقی ہوئی کہ دو سال دو سال میں لہر بہر ہو گئی۔ پہلے سال کے چھٹے میں خرچہ نکال کر سات سو روپیہ بڑھے دوسرے سال دو ہزار۔ اور تیسرے سال تین ہزار۔ غرض سات آٹھ سال کے عرصہ میں بڑی حویلی بھی واگذاشت ہو گئی اور نواب صاحب کے تینوں لڑکوں نے نئی دکانیں بھی کھول لیں۔ سب بچوں کی شادیاں بھی ہو گئیں۔ جس گھر میں فاقوں کی نوبت تھی وہاں اللہ نے اتنا دیا کہ رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ دس سال میں تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ نواب جان کا ذاتی کرایہ پچاس روپیہ ماہوار کا ہو گیا۔ نواب صاحب نے بڑے لڑکے کو کپڑے کی دکان کرا دی تھی لیکن بڑے صاحبزادے کام نہ چلا سکے اور پانچ ہزار روپیہ کا نقصان دے کر علیحدہ ہو گئے اور بھائی کی نوکری کر لی۔ اس عرصہ میں مرزا فرحت کا روپیہ بھی ادا کر دیا گیا اور دکان نواب جان کی اپنی ہو گئی۔ دس سال کے عرصہ میں کچھ سے کچھ ہو گئی، شاہ صاحب کا

وصال ہوگیا۔ حکیم مومن خاں کا انتقال ہوگیا اور بھی مرزا فرحت کے بہت سے دوست مرمرا گئے صفیہ چونکہ جوان ہوگئی تھی۔ اس لئے اس کے مختلف جگہ سے پیام آرہے تھے۔ لیکن مرزا فرحت نے ابھی کسی جگہ کے متعلق ہاں نہیں کی تھی۔ البتہ ان کو اس قسم کی فکر ضرور تھی کہ کوئی لڑکا نیک مل جائے تو وہ صفیہ کے فرض سے سبکدوش ہوجائیں۔ ان کو صفیہ سے محبت بہت تھی اور یہ چاہتے تھے کہ لڑکی جیسی قابل اور لائق ہے لڑکا بھی کوئی ایسا میسر آجائے۔ اور کوئی گھر ایسا مل جائے جہاں ان کی لڑکی کو تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ شوکت آرا سے اس معاملہ پر کئی بار گفتگو ہوچکی تھی۔ لیکن شوکت آرا یہی کہتی تھیں کہ اندھیری کوٹھری ہے۔ آج کل اچھا لڑکا نصیبہ ہی سے میسر آتا ہے۔ آخر دونوں میاں بیوی نے یہ فیصلہ کیا کہ مولنا فخر الدین سے مشورہ کیا جائے۔ وہ شہر کے تمام لوگوں سے واقف ہیں۔ ایک ذی علم اور صائب الرائے ہیں۔ ان سے مشورہ کرنے کے بعد دوسرے لوگوں سے مشورہ کیا جائے اور پھر استخارہ کرلیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد مرزا فرحت مولنا فخر الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمام واقعات کا ذکر کیا مولنا نے مغرب کے بعد تشریف لانے کا وعدہ کرلیا۔ مغرب کی نماز کے بعد مولنا تشریف لائے۔ شوکت آرا نے صفیہ کو اس کی نانی کے ہاں بھیج دیا تھا تاکہ ان باتوں میں شریک نہ ہو۔"

مولنا فخر الدین صاحب کو مرزا فرحت مکان میں لے گئے۔ شوکت آرا بیگم پردے کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ مرزا فرحت اور مولنا کے درمیان سلسلۂ گفتگو شروع ہوا۔

مولنا فخر الدین:- اب تک کتنی جگہ سے پیام آچکے ہیں۔"

مرزا:- پیام تو بہت جگہ سے آئے ہیں۔ لیکن اس وقت چھ رقعے موجود ہیں۔"

مولنا فخر الدین:- یہ رقعے کس کی معرفت آئے ہیں؟"

مرزا:- "دو رقعے تو ابا جان کے نام آئے ہیں۔ اور چار مشاطہ کی معرفت آچکے ہیں۔"

مولانا فخر الدین: "آپ کے ہاں مشاطہ کون ہے؟"

مرزا: "ایک تو صفیہ کی انا ہے "آقا بندہ نائی" اور دوسری آپ کے شہر کی مشہور مشاطہ لاڈلی خانم ہے۔"

مولانا فخر الدین: "میاں وہ لاڈلی تو بہت چلتی ہوئی ہے۔"

مرزا: "ہاں چلتی ہوئی تو بہت ہے، لیکن یہاں وہ کوئی حرکت نہیں کر سکتی برسوں کا ملنا ہے۔"

مولانا فخر الدین: "میرے خیال میں رقعوں پر بحث کرنے سے بیشتر اس امر کی ضرورت ہے کہ آپ حضرات یہ فیصلہ کر لیں کہ لڑکا آپ کیسا چاہتے ہیں۔"

مرزا: "لڑکے سے کیا مطلب۔"

شوکت آرا: "میں مولانا کا مطلب سمجھ گئی حضور! لڑکا ہٹی بوٹی کا اچھا ہو اور دو روٹیاں کماتا ہو بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔"

مولانا فخر الدین: "شہر میں رہنے کی بھی شرط ہے یا باہر بھی آپ کر دیں گی۔"

شوکت آرا: "مولانا موت زندگی کا ساتھ ہے۔ میرا خیال ہے لڑکی کو جہاں تک ہو سکے شہر ہی میں بیاہے تو بہتر ہے۔ قسمت کی تو خبر نہیں۔ میں شروع سے دو باتوں کی سخت مخالف ہوں۔ ایک لڑکی کو پردیس میں نہ دے دوسرے رشتہ داروں میں نہ دے۔"

مولانا فخر الدین: "دہلی میں بہت سے لوگوں کی برادریاں ایسی ہیں جو دوسری جگہ لین دین نہیں کرتے اپنی برادری ہی میں کرتے ہیں۔"

شوکت آرا: "حضور برادری والوں کی اور بات ہے۔ ہم لوگوں کی برادری تو کوئی ہے نہیں۔ رشتہ داری ہے۔ اور رشتہ داری میں اکثر ایسے قصے نکلتے ہیں۔ نبی شکر والوں کی دو بیٹیاں چیلوں کے کوچے میں گئیں۔ دونوں کو طلاق ہوئی۔ اور اب ملنا جلنا بند ہے۔ میری خالہ زاد بہن کو دیکھ لیجئے۔ فراش خانہ بیاہی گئی تھیں دس سال سے گھر بیٹھی ہیں۔

نہ روٹی ہے نہ کپڑا۔ اور اب تو آنا جانا۔ شادی غمی۔ سب کچھ بند ہو گیا ہے۔"

مولانا فخرالدین:- (مرزا فرحت سے مخاطب ہو کر) اچھا اب مجھے رقعے بتائیے کہاں کہاں سے آئے ہیں۔"

مرزا:- ایک رقعہ تو حسن پور والوں کا ہے۔ اور ایک سردھنہ والوں کا ہے۔ یہ دونوں رقعے اباجان کی معرفت آئے ہیں۔"

مولانا فخرالدین:- بڑے نواب صاحب نے بھی کچھ کہا۔"

اٹھائیسواں باب

ناک کٹ جائے گی

مرزا:۔ "بڑے نواب صاحب تو اس معاملہ میں دخل ہی نہیں دیتے۔ انہوں نے تو ایک بات کہدی کہ بھائی تمہاری اولاد ہے۔ تم خوب سوچ سمجھ لو۔ جو تم ہوگے وہ کوئی نہیں ہوگا۔ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اچھی ہوتی تو دلانے کی اور بری ہوئی تو ساری عمر مجھ پر کوسنی پڑینگے۔ میں اسلئے کوئی رائے نہیں دیتا۔"

مولانا فخر الدین:۔ "جہاں تک خاندان کا تعلق ہے دونوں باتیں اچھی۔ حسن پور والے بہت بڑے رئیس ہیں۔ سنا ہے ایک لاکھ کی مالگذاری دیتے ہیں۔ رہے سردھنے والے تو یہ بھی خاصے ہیں۔"

مرزا:۔ "سردھنے والے اچھے تو ہیں۔ مگر یہاں خدا جانے کیا بات ہے لڑکیوں کو سکھ نہیں ملتا دہلی کی کئی لڑکیاں گئیں مگر ماں باپوں کی عزت کو نبھا رہی ہیں۔ لڑکے عیاش بہت ہیں۔ رہے حسن پور والے تو یہ لوگ اچھے ہیں مگر دہلی کی کوئی لڑکی آج تک حسن پور گئی نہیں۔ پھر شوکت آرا تو باہر دینے پر راضی ہی نہیں ہیں۔"

مولانا فخر الدین:۔ "اگر یہ فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ باہر دینی ہی نہیں ہے تو پھر یہ بحث ہی بیکار ہے۔"

مرزا:۔ "اچھا دوسرے رقعے ملاحظہ کیجئے۔"

مولانا فخر الدین:۔ "اور رقعے کن کن لوگوں کے ہیں؟"

مرزا:۔ "یہ حکیم اللہ یار خاں کے صاحبزادے حکیم مسیح اللہ خاں کا ہے۔"

مولانا فخر الدین:۔ "اسکے متعلق کیا رائے ہے۔ یہ لوگ بھی خاندانی ہیں کشمیری ہندوستان میں آئے ہیں۔ آجکل قلعہ معلٰی کے ممتاز طبیبوں میں ہیں۔ انکی بزرگوں سے کوئی منصب بھی چلا آتا ہے۔"

مرزا:۔ "لڑکے کی ذاتی کوئی آمدنی نہیں ہے۔ آج بڑے میاں کی آنکھیں بند ہو جائیں تو مسیح اللہ کیا کریں گے پھر لڑکا سنا ہے بدمزاج بھی ہے۔"

مولانا فخر الدین:۔ "مسیح اللہ خاں بھی مطب کرتے ہیں اور سنا ہے اچھا مطلب چلتا ہے"

گذشتہ دنوں نواب بھجر کے معالج رہ چکے ہیں۔ نواب صاحب سو روپیہ ماہوار دیا کرتے تھے لڑکا ہونہار ہے اور سنا ہے مسیح اللہ خاں کی چھوٹی بہن کبیر النسا بیگم کی نسبت خواجہ ولایت علی سے ہو رہی ہے؟"

مرزا "ہاں۔ یہ صحیح ہے۔ ولایت علی سے بات چیت ٹھیر رہی ہے۔"

مولانا فخر الدین "میرے خیال میں حکیم مسیح اللہ خاں ٹھیک ہیں۔ بدمزاجی کی کوئی فکر نہ کیجئے۔ شادی کے بعد سب درست ہو جاتے ہیں۔"

مرزا "مرزا فخرو بھی اپنے پوتے کے لئے چاہتے ہیں۔"

شوکت آرا "خدا کے لئے معاف کرو قلعہ والوں میں مجھکو نہیں کرنا۔"

مولانا فخر الدین "قلعہ والوں میں کیا بات ہے؟"

شوکت آرا "مولانا قلعہ والوں کو آپ جانتے ہیں۔ قلعے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ قلعہ میں وہ کونسی بدتہذیبی ہے جو باقی رہ گئی ہے خدا کسی شریف آدمی کو ایسے تعلق کی توفیق نہ دے۔ بیٹی کو زہر دیدے لیکن قلعہ میں نہ بیاہے۔"

مرزا "خیر جانے دو۔ اگر قلعہ ایسا ہے تو اسکو میں نے مولانا سے اسلئے کہدیا کہ انکا علم میں تھا۔"

مولانا فخر الدین "اچھا اور بتائیے یہ تو چار ہوئے۔"

مرزا "بارہ دری والوں کا رقعہ ہے۔"

مولانا فخر الدین "خواجہ میر درد کی نیک بختی اور ان کے خاندان میں تو کسی کو کلام نہیں۔ لیکن ان کا طریقہ صحیح نہیں ہے۔"

مرزا "جی ہاں ان کے ہاں تو روز قوالیاں اور رنڈیوں کے مجرے۔ آج اس کا عرس اور کل اس کا عرس۔ آمدنی کا دار و مدار مریدوں پر۔ اگر مریدوں نے کچھ بھیجدیا تو لہر بہر ہو رہی ہے۔ ورنہ پھر فاقوں پر فاقے ہو رہے ہیں۔"

شوکت آرا "ان کے گھرانے کا چلن اور ہے۔ ہماری ان سے نہیں نبھ سکتی۔"

مولانا فخر الدین "آخر یہ کوئی گھر تمہاری سمجھ میں بھی آئیگا تمہارے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہونگے۔"

شوکت آرا "ضرور استخارہ فرمائیں۔ آخر آنکھ دیکھتے تو کبھی نہیں نگلی جا سکتی۔ اپنی طرف سے تو پوری کوشش کرنی چاہئیے۔ آگے بچی کی تقدیر۔"

مولانا فخر الدین "استخارہ بھی ہو جائیگا۔ لیکن پہلے کوئی رائے تو قائم کرو۔"

شوکت آرا "رائے تو استخارہ کے بعد قائم کی جاسکے گی۔"

مولانا فخر الدین "میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز سامنے رکھو۔ اس کے بعد استخارہ کرو۔ خدا تعالیٰ کسی ایک جانب اطمینان عنایت کر دے گا۔"

مرزا "اچھا صاحب وہ آخری رقعہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔"

مولانا فخر الدین "ہاں صاحب وہ کس کا ہے؟"

مرزا "جناب یہ مرزا نبی بخش صاحب کے پوتے کا ہے؟"

مولانا فخر الدین "یہ کون صاحب ہیں۔ میں نہیں سمجھا؟"

مرزا "یہ کوچہ پنڈت میں الٰہی بخش والوں کا خاندان۔"

مولانا فخر الدین "ہاں وہ خاندان بھی اچھا ہے۔ لڑکا کیا کرتا ہے؟"

مرزا "لڑکا نہر کے محکمہ میں ملازم ہے لیکن خاندان قابل اطمینان نہیں ہے۔"

مولانا فخر الدین "لڑکے کی تنخواہ کیا ہے؟"

مرزا "تنخواہ تو پچھتر روپیہ ماہوار ہے لیکن بھتہ وغیرہ ملا کر ایک سو دس پڑ جاتے ہیں۔"

مولانا فخر الدین "کیوں بھئی ان کی ذات میں کیا ہے؟"

مرزا "ان کے خاندان کے متعلق کئی باتیں مشہور ہیں۔"

مولانا فخر الدین "وہ کیا باتیں ہیں؟"

مرزا "نبی بخش کے پردادا مرزا اچھے جی تو لونڈی کے پیٹ سے تھے۔ پھر ننھیال بھی ایسی ہے۔ سنا ہے عالمگیر کے زمانہ میں ان کے نانا مرزا چھو نے پھول بیچے ہیں اور شاہ عالم کے زمانہ میں جب دلّی لٹی ہے تو نبی بخش کے نانا نے چراغ دہلی میں پانی بھرا ہے۔"

مولانا فخر الدین "اے میاں استغفر اللہ۔ تم ایک سمجھدار ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ نانا پرنانا کی ہڈیاں اکھیڑ کر رکھدیں۔ شاہ عالم کے زمانہ میں لوگوں نے کیا نہیں کیا۔ خدا کوئی برا وقت نہ لائے انسان کو سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اگر نبی بخش کے پرنانا نے مصیبت کے وقت بہشتی کا کام کرلیا تو کیا انکی ذات سقہ بن گئی اور پھول فروخت کرنے سے کیا وہ پھول والے بن گئے"

مرزا "آخر اسلام میں کفو کا اعتبار تو ہے"

مولانا فخر الدین "ہاں کفو کا اعتبار ہے۔ لیکن کیا کفو بدلنے سے اسلام میں فرق آجاتا ہے۔ یہی تو وہ انساب کا فخر ہے۔ جس نے مسلمانوں کو تباہ کردیا ہے"

مرزا "آخر یہ چیز تو عرب میں بھی تھی"

مولانا فخر الدین "جی ہاں تھی۔ لیکن حضرت زینب رض کا نکاح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رض کے ساتھ کردیا تھا"

مرزا "پھر نتیجہ کیا ہوا؟"

مولانا فخر الدین "نتیجہ جو کچھ بھی ہوا"

مرزا "آخر طلاق ہوئی۔ زینب رض زید رض کو خاطر میں نہ لائیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اپنا نکاح کرنا پڑا۔ تب جاکر کچھ اشک شوئی ہوئی"

مولانا فخر الدین "بھائی مرزا نتیجہ سے بحث نہیں۔ یہ نکاح زینب رض کا زید رض سے جائز تھا یا ناجائز؟"

مرزا "جائز"

مولانا فخر الدین "چلو فیصلہ ہوگیا۔ غیر کفو سے نکاح کا جواز تو نکلا۔ اور یہاں تو کفو ایک ہے تم بھی مرزا وہ بھی مرزا دونوں مغل بچے ہو"

مرزا "پھر فقہا نے اس کفو کا اعتبار کیوں کیا ہے؟"

مولانا فخر الدین "عجم کی حالت کو دیکھکر انہوں نے بعض احادیث کو اپنا معمول بنا لیا ہے"

مرزا "بہرحال کفو کی رعایت تو کی گئی"

مولانا فخر الدین: "میں کب انکار کرتا ہوں۔ لیکن کیا جنت میں لے جانے کیلئے بھی اونچ نیچ کا سوال ہے۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰىکُمۡ قرآن مجید کا حکم نہیں ہے۔"

مرزا: "جنت کے لئے کوئی سوال نہیں ہے مغفرت اور بخشش میں ذات کوئی چیز نہیں ہے لیکن نکاح میں یہ چیز ضرور ملحوظ ہے۔"

مولانا فخر الدین: "یہ ٹھیک ہے لیکن کفو کا اعتبار کس حیثیت سے ہوتا ہے عرب میں کیا چیز تھی۔"

مرزا: "عرب میں حریت اور غلامی۔"

مولانا فخر الدین: "کیا مطلب؟ یعنی حر غلام کا کفو نہیں تھا۔"

مرزا: "جی ہاں۔ ایک آزاد آدمی غلام کو اپنی بیٹی دینا پسند نہیں کرتا۔"

مولانا فخر الدین: "بہت اچھا۔ اگرچہ بلال کو بیٹی دینا لوگ فخر سمجھتے تھے اچھا عجم میں کیا چیز ہے؟"

مرزا: "عجم میں کفو کی تفریق کسب اور پیشے سے پیدا ہوئی ہے۔"

مولانا فخر الدین: "کیا ہر پیشے سے ذات بن جاتی ہے۔"

مرزا: "جی ہاں۔"

مولانا فخر الدین: "بالکل غلط۔ دہلی میں سینکڑوں آدمی چاندی کا پیشہ کرتے ہیں آپ ہی سادہ کاری کرتے ہیں۔ کارخانہ دار ہیں، بہت سے علاقہ بندی کرتے ہیں۔ حاجی علیجان اتنے بڑے آدمی ہیں۔ علاقہ بند ہیں۔ سینکڑوں آدمی ٹھپّے، دبکئی، کندلہ کشی، تارکشی، گوٹہ بنوانا۔ غرض دہلی ساری اہل پیشہ سے بھری پڑی ہے۔ تو کیا ان کی ذاتیں بن گئی ہیں۔ آپ مغل نہیں ہیں۔ سادہ کار ہیں۔ کشمیری دروازہ میں سارے خواجہ زادے تارکشی کرتے ہیں سنہری مسجد کے خواجہ زادے گوٹہ بنواتے ہیں۔ سونے والوں کے تمام پٹھان دبکئی کرتے ہیں تو سب یہ ان کی ذاتیں ہیں۔ بڑے بڑے خاندانی پیشہ کرتے ہیں یہ سب لوگ عزت دار ہیں اونچے گھرانوں میں لین دین ہے تو کیا یہ لوگ ذلیل ہیں۔"

مرزا: "جناب کسب میں فرق ہے۔ ہر کسب سے ذات نہیں بنتی۔ جو پیشے ادنیٰ اور

ذلیل ہیں۔ اس پیشے کے لوگ نیچ ذات سمجھے جاتے ہیں"۔

مولانا فخر الدین "وہ کون سے پیشے ہیں"؟

مرزا "دھوبی، سقے، جولاہے، تیلی، اس قسم کے لوگ نیچ سمجھے جاتے ہیں"۔

مولانا فخر الدین "تو گویا ان پیشوں کی وجہ سے ذاتیں بن گئیں"۔

مرزا "بیشک ان لوگوں کو کوئی بھلا مانس بیٹی نہیں دے گا"۔

مولانا فخر الدین "تو معلوم ہوا جو لوگ شخصی خدمات انجام دیتے ہیں ان کو ذلیل سمجھا جاتا ہے"۔

مرزا "جی ہاں"۔

مولانا فخر الدین "اگرچہ یہ بھی غلط ہے"۔

مرزا "یہ کیوں غلط ہے"؟

مولانا فخر الدین "سیکڑوں جلاہے لاکھوں روپیہ کی تجارت کر رہے ہیں اپنا مال تیار کراتے ہیں اور بیچتے ہیں شخصی خدمت کسی نہیں کرتے۔ پھر انکو کیوں ذلیل سمجھتے ہو تیلی اپنا مال بیچتا ہے۔ کمہار اپنے برتن بنا کر بیچتا ہے پھول والا اپنے پھول بنا کر بیچتا ہے۔ یہ لوگ کونسی خدمت کرتے ہیں اور پھر تم ان کو ذلیل کہتے ہو اور کہتا ہوں چلو ذلیل بھی سمجھو لیکن جسوقت یہ لوگ اس پیشے کو کرتے ہوں جب ہی ذلیل سمجھو۔ غضب خدا کا تم نے تو ذات بنالی ہے اگر کسی کے باپ دادا نے بھی کوئی ایسا کام کیا تھا تو تم اس کو وہی سمجھتے ہو۔ آخر یہ کون سا انصاف ہے۔ فرض کیجئے میرے باپ دادا نے جولاہے کا کام کیا تھا لیکن میں نے دوسرا شریف پیشہ اختیار کر لیا اور میں اس کام کو نہیں کرتا۔ تو کیا اب بھی مجھے آپ جولاہا کہیں گے پیشے سے جو ذات بنتی ہے اسکو پیشے تک محدود رکھنا چاہئے۔ تم تو یہ غضب کرتے ہو کہ ایکدفعہ کے پیشے سے قیامت تک کیلئے ذات بنالیتے ہو۔ یہ وہ لعنت ہے جس میں کم و بیش سارا ہندوستان مبتلا ہے اور یہ بھی وہ ہندوانہ خیال ہے جو ہندوؤں کی جانب سے

مسلمانوں میں آگیا ہے۔ اس قسم کی تقسیم ہندوؤں ہی میں تھی مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اب مسلمان بھی اس ذات پات کی بلا میں مبتلا ہوگئے ہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے فقہا کا مطلب بھی یہی ہے۔ فقہا کی غرض یہ نہیں ہے کہ کوئی مسلمان ایک دفعہ ذلیل پیشہ کرلے تو تمام عمر کیلئے اس کا خاندان رذیل ہوجاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں مرزا نبی بخش کا پوتا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ غلام علی کا بڑا لڑکا ہے نا؟"

مرزا "جی ہاں بڑا لڑکا"

مولانا فخر الدین "اس کا نام کیا ہے؟"

مرزا "مرزا اشرف علی"

مولانا فخر الدین "صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے"

مرزا "جیسے سرکاری ملازم ہوتے ہیں وہ بات ہی نماز تو پڑھتا ہی لیکن جماعت کا شاید پابند ہو گا"

مولانا فخر الدین "غنیمت ہے آجکل تو انگریزی ملازم بھی انگریزی ہوگئے ہیں داڑھی کیا حال ہے"

مرزا "شروع شروع میں تو شوق لگ گیا تھا لیکن اب تو سنا ہے کہ توبہ کرلی ہے جب سے داڑھی رکھی ہے محکمہ کے لوگ ملا جی ملا جی کہتے ہیں"

مولانا فخر الدین "بھائی بسم اللہ کرو۔ آگے اتنی بھی امید نہیں ہے۔ دن بدن بد تری نظر آرہی ہے۔"

مرزا "(شوکت آرا سے مخاطب ہوکر) تو بی اب کیا کہتی ہو مولانا شریف کہتے ہیں ایسی بہتر رائے ملنا مشکل ہے"

شوکت آرا "میں مولانا کے سامنے کیا عرض کرسکتی ہوں۔ دو چار اپنے دوستوں سے اور مشورہ کرلیجئے"

مولانا فخر الدین "اسمیں کچھ مضائقہ نہیں بیٹی کا معاملہ ہے اچھی طرح اطمینان کرلو۔ جلدی نہ کرو"

شوکت آرا "اچھی مولانا آپ استخارہ بھی کیجئے گا"

مولانا فخر الدین "اصل استخارہ تو صاحب معاملہ ہی کو کرنا چاہئے۔ آپ مجھ سے فرماتی ہیں۔ میں بھی کرلوں گا"

شوکت آرا "مولانا مجھے استخارہ آتا نہیں شاید مرزا صاحب کو آتا ہو"

مرزا دیں نے عرصہ ہوا نواب جان کی تجارت کے وقت کیا تھا۔ اب تو مجھے بھی یاد نہیں۔"

مولانا فخر الدین" اس کے یاد کرنے میں کیا ہے۔ میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔"

شوکت آرا" فرمائیے۔"

مولانا فخر الدین" آپ خود استخارہ کریں گی۔ یا لڑکی کرے گی۔"

شوکت آرا" آپ فرمائیں گے تو میں لڑکی سے بھی کرا لوں گی۔"

مولانا فخر الدین" میں نے اس لئے عرض کیا کہ دونوں میں فرق ہے۔ آپ کریں گی تو اس کی دعا اور ہے اور لڑکی کرے تو اس کی دعا اور ہے۔"

شوکت آرا" مولانا! دونوں فرما دیجئے۔ میں بھی کر لوں گی اس سے بھی کرا لوں گی۔"

مولانا فخر الدین" اچھا۔ اگر آپ کریں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں نفل پڑھئے۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یا اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھیئے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھیئے۔"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فَاِنَّھُمَا بِیَدِکَ لَا یَمْلِکُھُمَا اَحَدٌ سِوَاکَ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَتَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا الْاَمْرُ الَّذِیْ مَا اُرِیْدُ خَیْرًا فِیْ دِیْنِیْ وَفِیْ دُنْیَایَ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَوَفِّقْہُ وَسَھِّلْہُ وَاِنْ کَانَ غَیْرُ ذٰلِکَ خَیْرًا لِیْ فَوَفِّقْنِیْ لِلْخَیْرِ حَیْثُ کَانَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔"

کم از کم یہ عمل تین دن کیا جائے اور لفظ "الذی" پر جب آپ پہنچیں تو اس معاملۂ نکاح کا تصور کیجئے۔ اگر لڑکی یعنی صفیہ سے استخارہ کرائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ صفیہ دو رکعتیں یا چار رکعتیں نماز پڑھے اور اس کے بعد خدا کی حمد و ثنا بیان کرے۔ چند مرتبہ پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ فَاِنْ رَاَیْتَ اِنَّ فِیْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ خَیْرًا لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَاقْدِرْہُ وَاِنْ کَانَ

خَیْرًا اَمَّتَهُ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ فَاقْدِرْہُ لِیْ۔"
لفظ فی فلاں کی جگہ مرزا اشرف علی کا نام لینا چاہیے۔ یعنی فی کے بعد مرزا اشرف علی کہا جائے"
شوکت آرا "کیا صفیہ کو بھی تین دن یہ عمل کرنا ہوگا"
مولانا فخر الدین "جی ہاں۔ کم از کم تین دن تک۔ لیکن اگر آپ خدا کے سپرد کرتی ہیں یا تو پھر کسی اور سے اس معاملہ کا ذکر نہ آئے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ یہ کام کیا جائے۔ اور اس عمل کے بعد قلب کی جو کیفیت ہو اس سے مجھے مطلع کیجئے"

مولانا فخر الدین صاحب استخارہ کی تعلیم کے بعد تشریف لے گئے۔ اور تقریباً پندرہ یوم کے بعد مرزا فرحت نے مولانا کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ میں نے تمام لوگوں کے رقعے واپس کر دئے ہیں اور ہم سب لوگوں کا مشورہ یہی قرار پایا ہے کہ مرزا اشرف علی سے رشتہ کر لیا جائے، میں نے اسکی اطلاع بھی نبی بخش کو کر دی ہے اور کل جمعہ کی نماز کے بعد وہاں سے کچھ لوگ منگنی کی غرض سے آئیں گے جناب کو بھی تکلیف کرنی ہوگی۔ مولانا فخر الدین صاحب نے مرزا فرحت کی اس درخواست کو قبول کر لیا اور دوسرے دن مرزا فرحت کے ہاں جمعہ پڑھ کر تشریف لے گئے۔ مرزا فرحت کے ہاں عصر سے کچھ پہلے بیٹے والے آئے۔ سمدھیوں میں غلام علی اور نبی بخش کے علاوہ اور بھی چند معززین تشریف لائے تھے۔ سمدھنوں میں نبی بخش کی بیوی اور غلام علی کی بیوی آئی تھیں اور بھی کئی عورتیں ان کے ہمراہ تھیں سب سے پہلے سمدھیوں کو دودھ کا شربت پلایا گیا۔ چکنی سپاری الائچی سے تواضع کی گئی۔ اور اس تمام خاطر و تواضع کے بعد باہمی گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ مرزا نبی بخش نے کہا ہم اپنے بچے کو آپ کی غلامی میں دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ بڑے نواب صاحب نے فرمایا۔ آپ کا بچہ ہمارا بچہ ہے۔ لڑکا بھی آپ کا ہے لڑکی بھی آپ کی ہے۔ لڑکے کے والد غلام علی نے کہا جو حکم ہو اس کی تعمیل کے لئے ہم حاضر ہیں۔ بڑے نواب صاحب نے فرمایا۔ ہماری کوئی درخواست نہیں ہے، جو آپ لائیں گے۔ آپ کی عزت ہے۔ جو لائیں گے گھر لے

رہا تیں اسگے۔ ہماری طرف سے کوئی خواہش نہیں ہے۔ نہ یہاں کچھ دینے کو ہے جو فرمائش کی جائے۔ آپ کی لونڈی ہے۔ جب آپ چاہیں دو بول پڑھا کر لے جائیے۔"

مولانا فخر الدین:۔ (مرزا فرحت کو مخاطب کر کے) بھائی مہر کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو۔"

مرزا:۔ "حضور! مہر تو جو ہوا کرتا ہے وہی ہوگا۔"

مولانا فخر الدین:۔ "آخر کیا ہوا کرتا ہے یہ لڑکی کا حق ہے۔ جو کچھ کہنا ہے وہ کہو۔"

بڑے نواب صاحب:۔ "ہمارے یہاں سب لڑکیوں کا مہر پانچ لاکھ کا بندھا ہے۔"

مولانا فخر الدین:۔ "اجی نواب صاحب! رسموں کو چھوڑیئے۔ مہر باندھتے وقت ادا کرنے کی نیت ہونی چاہیئے۔ جس نکاح میں ادا کرنے کی نیت نہ ہو وہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے۔"

بڑے نواب صاحب:۔ "حضرت! سوا لاکھ سے تو کم نہیں ہو سکتا۔"

غلام علی:۔ "یوں باندھنے کو آپکا جو جی چاہے باندھ لیجئے۔ مگر حیثیت بھی ہونی چاہیئے۔"

بڑے نواب صاحب:۔ "خدا کا شکر ہے حیثیت کیا کم ہے۔"

نبی بخش:۔ "حضرت کیا بس سفید پوش ہیں باقی اللہ مالک ہے۔ میری رائے میں تو پانچ ہزار سے زائد نہیں ہونا چاہئیے۔"

بڑے نواب صاحب:۔ "میاں دس دس ہزار کا تو کنجڑے بھٹیارے باندھتے ہیں شرفا کی ایسی بیسی ڈوبی کہ پانچ ہزار کا مہر بندھے گا۔"

مولانا فخر الدین:۔ "جتنا مہر کم ہو اتنا ہی موجب برکت ہے۔"

نبی بخش:۔ "حضور ہم نے اپنی حیثیت عرض کر دی۔ آگے آپ کو اختیار ہے۔"

مولانا فخر الدین صاحب نبی بخش کو علیحدہ اٹھا کر لے گئے اور کہا میاں! بیٹی والوں کی یہ خوشی ہوا کرتی ہے۔ تم سات ہزار کر دو میں ان لوگوں کو راضی کر دوں گا۔ مہر کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسمیں بیٹی والوں کی خوشی کر دینی چاہیئے۔ اور صرف یہی عورت کا حق معلوم ہوتا ہے۔"

نبی بخش نے عرض کیا مولانا آپکو اختیار ہے۔ ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے جو آپ دیں ہمیں منظور ہے۔"

شمشاد زمانی "میں اپنے مکان پر سب کچھ کر لوں گی لیکن یہاں کا بھی کچھ دستور ہے دلہن کی اماں تو کہتی ہیں سہرا بھی نہ ہو۔ پھولوں کی بدھی بھی گلے میں نہ ہو۔ آتشبازی نہ چھوڑی جائے۔ میں نے تو آج تک کوئی شادی ایسی نہیں دیکھی۔ راجہ دیکھا۔ راون دیکھا الٹا کہیں نہ دیکھا۔ مثل مشہور ہے شادی کا گھر گانے سے غمی کا گھر رونے سے، لوگوں کی میت بھی دھوم دھام سے جاتی ہے آخر بھو بیاہنے نکلی ہوں۔ کوئی چوری کرنے تو نہیں نکلی"

غلام علی "خیر صاحب تم جانو۔ یہاں تو ان سے کوئی بات ہوتی نہیں معلوم ہوتی"

شمشاد زمانی "نہیں معلوم ہوتی تو نہ ہو۔ میرے بیٹے کو بیٹیاں بہت۔ میرے گھوڑے کو اللہ رکھے دس خریدار"

غلام علی "مگر ایسا گھرانہ ملنا مشکل ہے"

شمشاد زمانی "گھرانے کو کیا کروں۔ حسرت تو کوئی بھی نہیں نکلتی"

غلام علی "آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

شمشاد زمانی "جو دنیا زمانہ میں ہوتا ہے وہ چاہتی ہوں، دنیا سے کوئی نرالی بات کہوں تو میری زبان پکڑ لو۔ لیکن یہ تو نہیں ہونیکا کہ میں رنڈوؤں کی طرح بیاہ کر لے جاؤں"

غلام علی "اچھا جاؤ جہاں تک ہوسکے معاملہ کو بگاڑنا نہیں۔ یہ شریف لوگ ہیں اچھے لوگوں کا ملنا مشکل ہے۔ لڑکی بھی اچھی ہے۔ نرم گرم طے کر کے اٹھنا"

شمشاد زمانی "خیر تم مردانہ میں جاؤ۔ میں دلہن کی اماں سے باتیں کرتی ہوں"

غلام علی تو مردوں میں چلے گئے۔ اور شمشاد زمانی نے عورتوں میں جا کر پھر وہی باتیں شروع کر دیں۔ جب شوکت آرا نے دیکھا کہ سمدھنیں کسی طرح ترک رسومات پر تیار نہیں ہوتیں تو شوکت آرا نے کھڑے ہو کر ایک برجستہ تقریر کی۔

"پھوپا! میں نے آپ کو بہت سمجھایا۔ میری بچی آٹھ بچوں میں ایک ہی آنکھ کی بچی ہے اور کوئی بچہ نہیں ہے۔ مجھ سے بڑھ کر کسی کی کیا حسرت ہو سکتی ہے۔ سب سے لمبی ناک کی مجھے

ضرورت ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت میں یہ ناک کٹ جائیگی میں تم سے دریافت کرتی ہوں کہ جس پیغمبرؐ کا تم کلمہ پڑھتی ہو اس کی بیٹی کس طرح بیاہی گئی ہے۔ کیا میری صفیہ معاذاللہ فاطمہ زہرا رضؓ سے اچھی ہے۔ کیا تمہارا لڑکا مولا علی رضؓ سے اچھا ہے۔ میں ہرگز ایسی شادی کرنے کو تیار نہیں ہوں جس سے میرے پیغمبرؐ کی روح کو تکلیف ہو۔ ان رسموں نے ہم کو برباد کر دیا۔ مسلمان کوڑی کوڑی کو محتاج ہیں۔ یہ تمام رسمیں ہندوؤں کی ہیں ہم لوگ عرب سے سادگی لے کر آئے تھے۔ یہاں آکر کافروں کی رسمیں ہم نے اختیار کر لیں۔ ہماری سلطنت ختم ہو چکی۔ ہم آج غلام ہیں۔ فقیر ہیں۔ قرضدار ہیں محتاج ہیں۔ مجھے جو کچھ دینا ہے ایک دن پہلے آپ کے گھر بھیج دوں گی۔ جہیز سجا کر نہیں دوں گی۔ ناک تو میری کٹے گی۔ آپ کی ناک میری ناک سے زیادہ لمبی نہیں ہے۔ تم اپنے گھر جا کر شرک و کفر کی باتیں کرنا تم جانو اور خدا جانے۔ اپنی اپنی گور الگ ہے میں قیامت کی رسوائی سے ڈرتی ہوں۔ ایک دن مرنا ہے خدا کے سامنے جانا ہے۔ اگر خدا نے سوال کیا کہ محمدؐ کی بیٹی کس طرح بیاہی گئی تھی تو میں کیا جواب دوں گی۔ اگر آپ کو سنت کے موافق نکاح کرنا ہے تو لونڈی موجود ہے۔ ورنہ بوا تم کو لڑکیاں بہت ہیں اور مجھ کو لڑکے بہت۔ میری بیٹی کانڑھی اندھی نہیں ہے۔ تمہارے گھوڑے کے لئے خریدار تو میری گھوڑی کے لئے سیکڑوں سائیس موجود ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ لڑکی پڑھی، لکھی، شکل کی، صورت کی، جہاں اس کے مقدر میں لکھا ہے اس کا نکاح ہو جائے گا۔ جو مٹھائی آپ لائی ہیں وہ لے جائیے مجھے مٹھائی کی ضرورت نہیں میں تو اللہ رسول کی خوشنودی چاہتی ہوں۔“

شوکت آرا کی اس تقریر سے ..... تمام عورتیں اتنی متاثر ہوئیں کہ تمام مطالبات ترک کر دئے اور سب نے عہد کیا کہ ہم آیندہ کوئی رسم نہ کریں گے۔“

شمشاد زمانی ”بوا میں تمہاری تمام شرطیں ماننے کو تیار ہوں لیکن تاریخیں چڑھتے چاند کی رکھو۔“

شوکت آرا: "نہیں جناب۔ مجھے تو آپ کے ان عقیدوں کو توڑنا ہے۔ [illegible] کو نکاح ہوگا۔"

شہنشاہ وزمانی: "اگر آپ نے قسم ہی کھالی ہے تو اچھا ہم بھی خدا کے سپرد کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر سب لوگ رخصت ہو گئے۔ اور ۲۷ رجب کو صفیہ کا نکاح شرعی طریقہ پر ہو گیا اور دونوں میاں بیوی خوش و خرم رہنے لگے۔ نکاح کے ٹھیک تین سال بعد غدر پڑ گیا اور غدر میں جو کچھ انقلاب ہوا اس کے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام خاندان ختم ہو گیا۔ نواب جان اور اس کے بھائیوں کو پھانسی دیدی گئی۔ مرزا فرحت جیل خانہ ہی میں مر گئے۔ باقی مسلمانوں پر جو مظالم کئے گئے وہ بقول مسٹر رسل ایسے تھے جن کا کوئی تہذیب بھی تحمل نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کو سؤر کی کھال میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے پیشتر مسلمانوں کے بدن پر سؤر کی چربی ملی گئی اور سؤر کی چربی مل کر زندہ آگ میں جلایا گیا۔ غرض اس طرح کمپنی بہادر نے دہلی کے تمام خاندانوں کو تباہ و برباد کر کے ہندوستان پر اپنے عدل و انصاف کا سکہ بٹھا دیا۔

مرزا اشرف علی کی اولاد میں سے شاید ایک لڑکا باقی بچا تھا جس کا پچھلے سال لکھنؤ میں انتقال ہو گیا۔

ختم شد